إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۞ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

خطبہ نمبر

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۵

الفضل

روزنامہ

قادیان

ایڈیٹر: غلام نبی

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

The DAILY ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ اندرون ہند ۱۵ روپیہ

قیمت سالانہ بیرون ہند ۱۸ روپیہ

جلد ۲۳	مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ	یوم سہ شنبہ	مطابق ۲ جون ۱۹۳۶ء	نمبر ۲۷۹

مدینۃ المسیح

قادیان ۳۱ مئی۔ آج ساڑھے نو بجے صبح سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ مقامی امیر حضور نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو مقرر فرمایا۔ بعد دوپہر بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی۔ کہ حضور بخیر و عافیت لاہور پہونچ گئے ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو مرض بواسیر سے آرام ہے لیکن سوزش کے مرض کا پھر دورہ ہو گیا ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ لکھنؤ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مولوی محمد نذیر صاحب ملتانی سرنگر۔ گیانی واحد حسین صاحب نہاڑہ ضلع لدھیانہ اور مولوی دل محمد صاحب کریام۔ ضلع جالندھر بسلسلہ تبلیغ بھیجے گئے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نمازوں کی پابندی نہایت ضروری چیز ہے

"مجھے سخت اضطراب ہوتا۔ اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے۔ کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی دیا کھانے کا فراخہ آئے۔ طبیب کے پاس جاتا۔ اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا۔ اور روپیہ خرچ کرتا۔ اور دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہونچ جاتا ہے اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ وہ مریض دل۔ وہ نامرد کیوں کوشش نہیں کرتا۔ جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لیے تو کیا کچھ کرتا ہے۔ مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محروم ہے" اور بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں۔ کہ اُن کی دوکانیں دیکھو۔ تو مسجد کے نیچے ہیں۔ مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیئے۔ کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں۔ نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھا دے۔ "یہ بڑی خطرناک اور دل کو لیکپا دینے والی بات ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسی لئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تا کہ اوّلاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو۔ اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آ جاتا ہے۔ کہ انقطاع کلّی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے" (تقریر اور مسلہ عدم وجود پر ایک خط)

بجٹ پر غور کرنے والی کمیٹی کا پندرہ گھنٹے اجلاس

قادیان ۳۱ مئی - مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء کے موقع پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بجٹ پر غور کرنے کے لئے جو سب کمیٹی مقرر فرمائی تھی - اور جس کے لئے حضور نے ۳۰-۳۱ مئی کی تاریخیں مقرر فرمائی تھیں - اس کا اجلاس کل ۳۰ مئی کو منعقد ہوا - جو ۸ بجے صبح سے لیکر رات کے ساڑھے گیارہ بجے تک سوائے نمازوں اور کھانے کے قلیل اوقات کے مسلسل جاری رہا - حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ شروع سے آخر تک شریک اجلاس رہے - حضور نے بجٹ کی ایک ایک مد کی جانچ پڑتال فرمائی - اور ہر ممکن کمی کی - حضور نے موجودہ بجٹ کے اسقام اور نقائص کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سی اصلاحات تجویز بھی فرمائیں اور کمیٹی کے مشورہ کے بعد صدر انجمن احمدیہ کو ان اصلاحات کے متعلق احکام تحریر فرمائے نیز اس کا ریکارڈ کمیشن کے پریذیڈنٹ صاحب کو بھی دیا -

۳۰ مئی کی صبح کو تحقیقاتی کمیشن کا اجلاس بھی حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی کوٹھی پر منعقد ہوا ؎

نظارت دعوة و تبلیغ کی ڈاک کے متعلق ضروری اعلان

اس دفعہ یہ خیال کر کے کہ بعض اوقات ناظر کی غیر حاضری میں بعض امور کے متعلق فیصلہ کرنے میں قائم مقام ناظر کو دقت ہوتی ہے - میں نے ڈاک خانہ کو یہ اطلاع دی تھی - کہ وہ ڈاک میرے سفر میں فلاں فلاں پتہ پر مجھے بھیجے - مگر میری واپسی پر مجھے یہ معلوم ہوا - کہ بہت سی ڈاک میرے اس سفر میں واپس آکر جمع ہو چکی ہے - میں نے دفتر کو ہدایت کی تھی - کہ سوموار کو میں لکھنؤ سے چل پڑونگا - اس لئے اس دن ڈاک روک لی جائے - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ ڈاک خانہ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی - جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ ساٹھ ستر کے قریب ایسے خطوط جمع ہو چکے ہیں - جن کے جواب ابھی تک نہیں دیئے گئے - احباب کو نظارت دعوة و تبلیغ کی طرف سے جواب دینے میں چونکہ اس دفعہ دیر ہوئی ہے - اور یہ تجربہ بھی کچھ کامیاب ثابت نہیں ہوا - اس لئے دو تین دن کے اندر اندر ان خطوط کا جواب دینے کی میں کوشش کرونگا - اور آئندہ سفروں میں ایسی راہ اختیار کرنے کی کوشش کی جائے گی - جس سے اس قسم کی شکایات کا سدباب ہو سکے ؎ (خاکسار زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر دعوة و تبلیغ قادیان)

جرمانہ کے عوض صندوقچی فروخت کرنیکا جھوٹا الزام

چند دن ہوئے شارع عام میں حقہ نوشی کی وجہ سے پریذیڈنٹ صاحب محلہ نے مجھ پر ۸ جرمانہ کیا - یہ میری غلطی اور عدول حکمی کا نتیجہ تھا - مگر زمیندار کے دروغگو نامہ نگار نے ۲۳ مئی کے پرچہ میں غلط بیانی کرتے ہوئے میری طرف یہ بات منسوب کی ہے - کہ میں نے پریذیڈنٹ صاحب سے کہا - کہ میری صندوقچی جس میں اوزار رکھے جاتے ہیں - فروخت کر کے جرمانہ وصول کر لیں - اور بقایا مجھے دے دیں - اور انہوں نے ایسا ہی کیا - حالانکہ نہ میں نے انہیں یہ کہا کہ جرمانہ کے عوض میری صندوقچی فروخت کر لیں - نہ انہوں نے میری صندوقچی فروخت کی - اور نہ میں ابھی تک آٹھ آنے ادا کر سکا ہوں ؎ (خاکسار علی گوہر موچی - قادیان)

جماعت احمدیہ کریام کا تبلیغی جلسہ

۶-۷ جون کو جماعت احمدیہ کریام کا تبلیغی جلسہ ہوگا - ارد گرد کے احباب کثرت سے شامل ہوں - مرکز سے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی - گیانی واحد حسین صاحب اور مولوی دل محمد صاحب تشریف لے جائیں گے - اس کے بعد ۹ جون کو خان خاناں میں جلسہ ہوگا - وہاں بھی احباب کثرت سے شامل ہوں - خان خاناں نگہ سٹیشن سے تین میل کے فاصلہ پر ہے - (ناظر دعوة و تبلیغ - قادیان)

قاضی محمد حنیف صاحب کے متعلق "احسان" کی غلط بیانی

اخبار "احسان" مورخہ ۲۴ مئی میں قاضی محمد حنیف صاحب ضلعدار فتح آباد ضلع امرتسر کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے - جس میں لکھا ہے - کہ قاضی صاحب موصوف چونکہ موضع فتح آباد میں مبلغین کو بلا کر تبلیغ کراتے ہیں - اس لئے ان کو تبدیل کر دیا جائے - اس کے متعلق گزارش ہے - کہ فتح آباد میں تحریک جدید کے ماتحت قریباً ڈیڑھ سال سے مبلغین آکر تبلیغ کر رہے ہیں - جو اپنے لئے آپ مکان کا انتظام کرتے ہیں - قاضی صاحب موصوف کا ان کے بلانے یا تبلیغ کرانے میں کوئی دخل نہیں - اخبار احسان نے محض شرارتاً کسی معاند کے لکھنے پر یہ نوٹ اخبار میں درج کیا ہے - احسان نے یہ بھی لکھا ہے - کہ یہاں فساد کا اندیشہ ہے - حالانکہ یہاں پر نہ کوئی تقریر ہوئی ہے - نہ مباحثہ اور نہ کسی قسم کا اجتماع جس میں فساد کا اندیشہ ہو - البتہ بعض غیر احمدی چلتے پھرتے مبلغین کو گالیاں دیتے اور آوازے کستے ہیں - قاضی صاحب کو یہاں آئے صرف اڑھائی ماہ ہوئے ہیں - اور احمدی مبلغ ڈیڑھ سال سے آرہے ہیں - اس میں قاضی صاحب کے بلانے کا کیا دخل ہو سکتا ہے - (نامہ نگار از فتح پور)

ایم اے کے امتحان میں کامیابی

چوہدری محمد طفیل صاحب تاز ساکن ننگل متصل قادیان نے اسال اسلامیہ کالج پشاور سے ایم اے (انگریزی) کا امتحان پاس کیا ہے - اللہ تعالےٰ مبارک کرے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ ؍ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

خطبہ جمعہ

عملی اصلاح کے اہم سوال کو حل کرنے کی کوشش کی جائے

بحالت موجودہ عملی اصلاح میں کیا مشکلات درپیش ہیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۲۹ ؍ مئی ۱۹۳۶ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پہلے تو مَیں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے ایک دفعہ کہا تھا۔ کہ

تحریک جدید کے متعلق سال میں دو جلسے

ایسے منعقد کیا جایا کریں جن میں اس تحریک کے اغراض۔ اس کے مقاصد۔ اس کی ضرورت اس کی اہمیت۔ اور اس کو پورا کرنے کے طریقوں پر روشنی ڈالی جائے۔ اور لوگوں پر اس تحریک کے مطالبات کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اس عمدگی سے یہ تحریک اُن کے ذہن نشین کی جائے۔ کہ وہ جو سست ہیں۔ چست ہو جائیں۔ جو ناواقف ہیں۔ وہ واقف ہو جائیں۔ اور جو پہلے ہی چست ہیں وُہ اور زیادہ چست اور ہوشیار ہو جائیں اس سال ان جلسوں کے متعلق اعلان کرنے میں کسی قدر تاخیر ہو گئی ہے۔ اس لئے آج مَیں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ

جون کے مہینہ میں اٹھائیس تاریخ

کو جو اتوار کا دن آتا ہے۔ اُس دن تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ پر جلسے منعقد کریں۔ جن میں تحریک جدید کے مختلف شعبوں کے متعلق تقاریر کی جائیں۔ اور مضامین پڑھے جائیں۔ اور جہاں اچھے لیکچرار میسر نہ آسکیں وہاں کی جماعت کے افراد کو چاہیئے۔ کہ

تحریک جدید کے متعلق میرے گزشتہ خطبات

کو نکال کر وُہی لوگوں کو سُنا دیں۔ اور نہایت اچھی طرح اس تحریک کی ضرورت۔ اس کے اغراض۔ اور اس کے مقاصد کی تشریح و توضیح کی جائے:۔

اس کے بعد میں اُس مضمون کو لیتا ہوں۔ جس کا کسی قدر حصّہ پچھلے جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے بیان کیا تھا۔ وہ مضمون یہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو باتیں ہمارے سامنے پیش کی تھیں۔ ایک تو

عقائد کی اصلاح

کے متعلق تھی۔ اور ایک اعمال کی اصلاح کے متعلق تھی عقائد کی اصلاح کے متعلق جو تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی۔ اس کے متعلق ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس میں ہمیں ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کہ وہی امور جن کے متعلق لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کے فتوے لگاتے تھے جنہیں خلافِ عقل تسلیم کرتے تھے۔ اور جن کو ماننے اور قبول کرنے کے لئے ملک کا کوئی طبقہ بھی تیار نہ تھا۔ آج ہماری جماعت کے شدید سے شدید معاند اور بدترین مخالف بھی نہ صرف یہ کہ اُن کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں تسلیم کرتے اور ان کی درستی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اب بجائے یہ اعتراض کرنے کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف عقائد دُنیا میں پھیلائے۔ لوگ اگر کہتے ہیں۔ تو یہ کہ یہ سب باتیں تو پہلے سے قرآن مجید میں موجود تھیں۔ حضرت مرزا صاحب کا انہیں پیش کرنا ان کی کونسی خوبی اور کمال ہے

یہ تغیر کوئی معمولی تغیر نہیں

پچاس سال کے اندر دُنیا کے لاکھوں نہیں کروڑوں افراد کے قلوب میں ایسا حیرت انگیز اور عظیم الشان انقلاب پیدا ہو جانا الٰہی نصرت اور اس کی تائید کے بغیر ممکن نہیں۔ اور پھر یہ تغیر نہ صرف ہندوستان میں پیدا ہوا۔ بلکہ ہندوستان سے باہر بھی پیدا ہو چکا ہے۔ پیدا ہو رہا ہے۔ اور پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ اور دُنیا کی کوئی طاقت اس تغیر کو رونما ہونے سے نہیں روک سکتی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم

عملی اصلاح کے متعلق

پیش کی۔ اس کی نسبت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بجائے اس کے کہ اس پہلو میں ہمارا پلّہ دشمنوں پر بھاری ہوتا۔ اور ہم دشمنوں کے اعمال میں بھی ایک بہت بڑی اصلاح کر سکتے۔ یا کم سے کم اُس تعلیم کے نتیجہ میں ہم اپنے اندر ہی ایسی اصلاح کر سکتے جس کو دیکھ کر ہمیں اپنے دل میں یہ محسوس ہوتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تعلیم پر ہم نے عمل کر لیا ہے۔ جو عملی اصلاح کے متعلق آپ نے پیش فرمائی۔ ہمیں نظر یہ آتا ہے۔ کہ ہم

دشمن کے عمل سے متاثر

ہو رہے ہیں۔ اور اس کی غلطیاں بار بار ہمارے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور ہم میں سے جو کمزور لوگ ہیں۔ بسا اوقات وُہ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے۔ اور

دشمن کے بد اثرات

سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ گویا عقیدے کی جنگ میں ہمارا پہلو جارحانہ اور ہمارے مخالف کا پہلو مدافعانہ ہے۔ مگر عمل کی جنگ میں ہمارے دشمن کا پہلو جارحانہ اور ہمارا پہلو مدافعانہ ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ہمارے اندر ایسی قوت ہو۔ کہ ہم دشمن اور اس کے ساتھیوں کے اعمال میں بھی ایک تغیر پیدا کردیں اور اُسے ہمارا حملہ بچانا پڑے۔ دشمن ہمارے گھروں میں گھس گھس کر ہماری جماعت کے نوجوانوں اور کمزور طبع لوگوں میں نقص پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور ہمارا سارا وقت اس

اندرونی نقص کی اصلاح

میں ہی صرف ہوجاتا ہے۔ وہ موقع ہی نہیں آتا۔ کہ ہم دشمن کے اعمال کی بھی اصلاح کریں۔ اور اس کے نقائص کا قلع قمع کریں۔ تا اس کے بد اثرات ہمارے اندر داخل ہی نہ ہوسکیں۔ گویا ہماری مثال اس واقعہ سے ملتی جلتی ہے جو ایک بزرگ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ایک بزرگ تھے۔ جن کے پاس ان کا ایک شاگرد کافی عرصہ رہا۔ اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ جب وہ تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے گھر جانے لگا۔ تو ان بزرگ نے اس سے دریافت کیا۔ کہ میاں تم اپنے گھر جا رہے ہو۔ کیا تمہارے ملک میں شیطان بھی ہوتا ہے وہ یہ سوال سن کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے کہا۔ شیطان بھلا کہاں نہیں ہوتا۔ ہر ملک میں شیطان ہوتا ہے۔ اور جہاں مَیں جا رہا ہوں۔ وہاں بھی شیطان موجود ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اگر وہاں شیطان ہوتا ہے۔ تو پھر جو کچھ تم نے میرے پاس رہ کر علم حاصل کیا ہے۔ جب اس پر عمل کرنے لگوگے۔ تو لازماً شیطان تمہارے رستہ میں روک بن کر حائل ہوگا۔ ایسی حالت میں تم کیا کروگے۔ وہ کہنے لگا۔ میں شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ وہ بزرگ کہنے لگے۔ بہت اچھا تم نے شیطان کا مقابلہ کیا۔ اور وہ تمہارے دفاع کی تاب نہ لاکر بھاگ گیا۔ لیکن جب پھر تم عمل کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اور خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے رستوں پر تم نے چلنا شروع کیا۔ اور پھر شیطان پیچھے سے آگیا اور اس نے تمہیں پکڑ لیا۔ اور تمہیں آگے بڑھنے سے اس نے روک لیا۔ تو پھر تم کیا کروگے۔ وہ کہنے لگا۔ میں پھر

شیطان کا مقابلہ

کرونگا۔ اور اس سے پیچھا چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی جدوجہد میں مشغول ہو جاؤں گا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا میں نے مان لیا۔ کہ تمہارے مقابلہ کرنے کے نتیجہ میں شیطان اس دفعہ بھی بھاگ گیا۔ اور تم جیت گئے۔ لیکن جب پھر تم اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچنے کیلئے جدوجہد کرنے لگے۔ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور

خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے ذرائع

اختیار کرنے لگے۔ اور تم نے شیطان کی طرف سے پیٹھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کیا۔ تو پھر شیطان آگیا۔ اور اس نے تمہیں پکڑ لیا۔ تو پھر کیا کروگے۔ شاگرد حیران سا رہ گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔ مجھے تو پتہ نہیں لگتا۔ آپ ہی فرمائیں۔ کہ مجھے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ وہ فرمانے لگے۔ اچھا یہ بتاؤ۔ اگر تم اپنے کسی دوست سے ملنے جاؤ۔ جس نے اپنے مکان کی حفاظت کے لئے ایک بڑا سا مضبوط کتّا رکھا ہُوا ہو۔ اور جب تم اپنے دوست کے مکان میں داخل ہونے لگو۔ تو وہ کتا آگے۔ اور

تمہاری ایڑی پکڑ لے

تو اس وقت کیا کروگے۔ شاگرد کہنے لگے میں کتے کا مقابلہ کرونگا۔ اور اسے مارونگا اگر میرے پاس سوٹی ہوگی۔ تو میں اُسے سوٹی مارونگا۔ پتھر قریب ہوگا۔ تو وہ اٹھا کر دے مارونگا۔ انہوں نے کہا ٹھیک۔ تم نے کتے کو سوٹی ماری یا پتھر مارا۔ اور وہ بھاگ گیا۔ لیکن جب پھر تم نے اندر مکان میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ اور کتے کی طرف سے پیٹھ پھیری۔ تو وہ پھر آگیا۔ اور اس نے تمہاری ایڑی پکڑ لی۔ تو اس وقت کیا کروگے۔ وہ کہنے لگا۔ میں اسے پھر ماروں گا۔ اور پرے ہٹا کر مکان کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرونگا۔ انہوں نے فرمایا۔ اچھا فرض کرو۔ دوسری دفعہ بھی کتا بھاگ گیا لیکن جب پھر تم دوست سے ملنے کے لئے مکان کے اندر داخل ہونا چاہو۔ تو وہ پھر تمہیں پکڑ لے۔ ایسی حالت میں کیا کروگے۔ وہ کہنے لگا میں پھر اسے مارونگا۔ اور اُسے ہٹانے کی پوری کوشش کرونگا۔ وہ بزرگ فرمانے لگے۔ اگر یہ جنگ اسی طرح جاری رہیگی۔ کہ جب تم مکان کے اندر داخل ہونا چاہو۔ تو کتا تمہاری ایڑی آپکڑے اور جب تم اسے مارو۔ تو وہ بھاگ جائے لیکن جب پھر مکان کے اندر داخل ہونے لگے۔ تو وہ پھر آکر پکڑنا چاہے۔ تو تم اپنے دوست سے مل کس طرح سکوگے اور اس سے ملاقات کرنے کا جو مقصد تم لئے ہوئے ہوگے۔ وہ کس طرح پورا ہوگا۔ شاگرد کہنے لگا۔ جب میں یہ دیکھونگا۔ کہ یہ جنگ کسی طرح ختم ہوتے میں نہیں آتا۔ اور کتا بار بار مجھے آپکڑتا ہے۔ تو میں اپنے دوست کو آواز دُونگا۔ کہ میاں تمہارا کتا مجھے نہیں چھوڑتا۔ اسے آکر ہٹاؤ۔ وہ بزرگ فرمانے لگے۔ بس یہی نسخہ تم نے شیطان کے مقابلہ میں بھی استعمال کرنا۔

شیطان اللہ میاں کا کتّا ہے

اور جب یہ انسان پر بار بار حملہ آور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قریب نہ ہونے دے تو اس کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وُہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ اور اسے آواز دو۔ کہ اللہ میاں! میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مگر آپ کا یہ کتا مجھے آنے نہیں دیتا۔ اسے روکئے۔ تا میں آپ کے پاس پہونچ جاؤں۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ اسے روک لیگا۔ اور تم اس کے قرب میں بڑھتے چلے جاؤگے۔ یہی شیطان کے حملوں سے بچنے کا علاج ہے۔ ورنہ مقابلہ کی صورت میں تو انسان کسی طرح اپنے رب کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔

تو ہماری حالت اس وقت اس واقعہ کے پہلے حصہ کے مطابق ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم

نیک باتوں پر عمل

کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے میدان میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ مگر شیطان ہماری ایڑی پکڑ لیتا ہے۔ اور ہمیں آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ ہم اسے مارتے اور اپنے رستہ سے ہٹاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ بجائے مدافعانہ پہلو کے جارحانہ پہلو اختیار کریں۔ کہ پھر شیطان ہم پر حملہ کردیتا ہے۔ اور ہمارا کافی وقت اپنے آپ کو اس کے حملوں سے بچانے پر ہی صرف ہوجاتا ہے۔ پس ہم اب تک

دفاع اور اپنی حفاظت کی تدبیروں میں

ہی لگے ہوئے ہیں۔ اور اس سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی۔ کہ ہم اپنے اصل کام کی طرف متوجہ ہوں۔ اور بجائے مدافعانہ کے جارحانہ پہلو اختیار کریں۔ حالانکہ ہمارا کام یہ نہ تھا۔ کہ ہم اپنے بچاؤ کی تدابیر میں ہی لگے رہیں۔ بلکہ ہمارا کام یہ تھا۔ کہ ہم خود اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے اور تمام دُنیا میں ایک ایسا تغیر پیدا کردیتے۔ کہ اپنے تو الگ رہے غیروں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ڈھل جاتے۔ لیکن ہماری تو یہ حالت ہے۔ کہ ہمیں ابھی شیطان کے حملوں سے بچاؤ سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے اپنے اعمال بھی ابھی تک اس قابل نہیں ہوئے۔ کہ ہم ان پر مطمئن ہوسکیں۔ اب اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ شیطان آتا ہے۔ اور ہمارے ایک آدمی کو بھگا کر لے جاتا ہے۔ ہم سارا دن اس کی تلاش

اور جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن جب شام ہونے کے قریب ہوتی ہے۔ اور ہم اسے تلاش کرکے واپس لا رہے ہوتے ہیں۔ تو ہمیں آواز آتی ہے۔ کہ ہم میں سے دو اور آدمیوں کو شیطان بہکا کر اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ پھر ہم ان کی تلاش میں نکلتے ہیں تو آواز آتی ہے۔ کہ فلاں آدمی کو بھی شیطان پکڑ کر لے گیا ہے۔ غرض

ہم میں اور شیطان میں ایک جنگ

جاری ہے۔ اور جنگ بھی ایسی کہ جس میں ہماری مثال دشمن سے بھاگے ہوئے شکست خوردہ لوگوں کی سی ہے۔ ہم ایک کو بچاتے ہیں۔ تو دشمن دو کو لے جاتا ہے۔ ہم دو کو بچاتے ہیں۔ تو وہ تین آدمی لے جاتا ہے۔ ہم تین کو بچاتے ہیں۔ تو وہ چار لے جاتا ہے۔ غرض عقیدہ کی جنگ میں جہاں ہم نے

دشمن کو ہر میدان میں شکست

دی۔ اور نہ صرف میدانوں میں اسے شکست دی۔ بلکہ ہم اس کے گھروں پر حملہ آور ہوئے اور ہم نے گھس کر اسے ایسا تباڑا۔ ایسا تباڑا کہ اب اُس میں وہاں سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رہی۔ دشمن کے ہر گھر میں گھس کر ہم نے اس کے باطل عقائد کو کچلا۔ اور اسے ایسی کھلی شکست دی۔ کہ دشمن کے لئے اس سے زیادہ کھلی اور ذلت کی شکست اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہاں

عمل کے میدان میں ہم دشمنوں میں محصور ہو گئے۔

اور ہمارے لئے ان سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں آدمی وہ ہم میں سے نقائص اور عیوب میں مبتلا کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہم ایک جگہ سے بھاگتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ دوسری جگہ امن ملے گا۔ مگر وہاں بھی نقص آ موجود ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر تیسری طرف جاتے ہیں۔ تو وہاں بھی دشمن موجود ہوتا ہے۔

تیسری جگہ سے بھاگ کر چوتھی طرف جاتے ہیں تو اس جگہ بھی دشمن ہمارے مقابلہ کے لئے موجود ہوتا ہے۔ گویا جس طرح چاروں طرف جب آگ لگ جاتی ہے۔ تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور وہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کیا کرے۔ یہی اس وقت ہماری حالت ہے۔ مجھے اس پر اپنا

ایک رویا

یاد آگیا۔ سنہ ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۳ء کی بات ہے۔ میں سویا ہوا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ ایک جگہ آگ لگ گئی ہے۔ میں اسے بجھانے کے لئے اٹھا۔ تو میں نے دیکھا۔ ایک اور طرف سے بھی آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ اور وہ پہلی آگ سے زیادہ تیز شعلے ہیں۔ میں دوڑ کر اسے بجھانے کے لئے گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ تیسری طرف بھی آگ لگ گئی ہے۔ اور وہ آگ دوسری آگ سے بھی زیادہ بھڑکنے والی ہے۔ یہ دیکھ کر میں اس آگ کی طرف اسے بجھانے کے لئے بھاگا۔ تو دیکھا۔ تو چوتھی طرف بھی آگ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ پہلی

تینوں آگوں سے زیادہ تیز

ہے۔ یہ دیکھ کر میں خواب میں سخت گھبرا گیا اور میں کہتا ہوں۔ نہ معلوم اب کیا ہوگا آگ ہر طرف لگ رہی ہے۔ اور اس کا ہر شعلہ پہلے شعلوں سے زیادہ تیز ہے۔ میں اسی گھبراہٹ کی حالت میں حیران ہو کر کھڑا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تشریف لائے ہیں۔ اور آپ نے پوچھا۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ میں نے کہا۔ حضور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ میں ایک جگہ کی آگ بجھاتا ہوں۔ تو دوسری جگہ نکل آتی ہے دوسری جگہ کی آگ بجھاتا ہوں۔ تو تیسری جگہ نکل آتی ہے۔ اور ہر آگ پہلی آگ سے زیادہ تیز ہے۔ جو کسی طرح بجھنے میں نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ آگ یوں نہیں بجھے گی۔ اس

آگ کی ایک کنجی ہے

جو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے زمین میں ایک سوراخ دکھایا۔ اور فرمایا یہ اس آگ کی کنجی ہے۔ پھر آپ نے اشارہ کیا۔ کہ اس سوراخ کو بند کر دو۔ اس پر میں نے اس سوراخ کو زور سے دبا دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ جونہی میں نے سوراخ کو دبایا۔ تمام آگیں بجھ گئیں۔ اور کوئی شعلہ باقی نہ رہا۔ یہ نظارہ جو میں نے سنہ ۲۲ء یا سنہ ۲۳ء میں دیکھا تھا۔ درحقیقت ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں۔ بچوں۔ اور بوڑھوں کی

عملی زندگی کا ایک نظارہ

تھا۔ ہم بھی ایک بُرائی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو دوسری نکل آتی ہے۔ دوسری بُرائی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو تیسری نکل آتی ہے۔ تیسری بُرائی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو چوتھی نکل آتی ہے پھر اس جنگ میں ہماری ہمدردی بھی متحد نہیں اور نہ ہماری آواز یکساں ہے جب ہم کہتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ ؑ فوت ہو گئے۔ تو ساری جماعت شور مچانا شروع کر دیتی ہے۔ کہ ہاں ہاں

حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے

انہیں فوت ہونے دو۔ کیونکہ ان کی موت میں ہی اسلام کی حیات ہے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ قرآن مجید بالکل محفوظ ہے۔ اور اسکی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ تو ساری جماعت چلاتی ہے۔ کہ بالکل درست

قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں

ہم خود مٹ جائیں گے لیکن قرآن مجید کی کسی آیت کو مٹنے نہیں دیں گے۔ جب ہم کہتے ہیں یہ انبیاء علیہم السلام بالکل معصوم ہوتے ہیں اور ان کی طرف کسی گناہ کو منسوب کرنا ناجائز ہے۔ تو تمام جماعت کی آواز اس آواز کے ساتھ متحد ہوتی ہے۔ اور وہ کہتی ہے ٹھیک ہے۔ واقعہ میں

انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں

اور ہم کبھی کسی کے موہنہ سے یہ سننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ کسی نبی نے کوئی

گناہ کیا ہو۔

غرض عقائد کی اصلاح کے متعلق جب ہم آواز اٹھاتے ہیں۔ تو ساری جماعت کی طرف سے آواز آنے لگتی ہے۔ کہ درست درست۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔

اپنی اولادوں کو ورثہ دو

اور لڑکیوں کو بھی شریعت کے مطابق اسی طرح حصہ دو جس طرح لڑکوں کو دیتے ہو۔ تو بجائے سب کی طرف سے متحدہ طور پر یہ آواز اٹھنے کے کہ ہاں ہاں۔ یہ بالکل درست ہے۔ ورثہ کا حکم نہایت ضروری ہے۔ اور لڑکیوں کو ورثہ میں نظرانداز کرنا بہت بڑی غلطی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ آواز دھیمی پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اپنوں میں سے ہی بعض کے موہنہ سے یہ آواز سنائی دینے لگتی ہے کہ

لڑکیوں کو ورثہ دینا بڑا مشکل کام ہے،

اس سے تو ہماری ناکیں کٹ جائیں گی!

جب ہم کہتے ہیں۔ آؤ۔ اور

باجماعت نماز پڑھو

سارے قرآن کریم میں بار بار یہ ذکر آتا ہے۔ کہ مومن وہ ہیں۔ جو یقیمون الصلوٰۃ۔ نمازوں کو قائم کرتے ہیں۔ یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ یصلون الصلوٰۃ۔ مومن وہ ہیں۔ جو نمازیں پڑھیں بلکہ نماز کے ساتھ ہر جگہ یقیمون کا لفظ آتا ہے۔ اور اقامت ہمیشہ نماز باجماعت میں ہی ہوتی ہے اکیلے نماز پڑھنے میں نہیں ہوتی۔ تو اس آواز کے جواب میں بجائے اس کے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں حضرت عیسیٰ ؑ فوت ہو گئے۔ اور ساری جماعت متحد ہو کر کہتی ہے۔ ہاں ہاں فوت ہو گئے انہیں فوت ہونے دو۔ کیونکہ ان کی موت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ یہاں یہ آوازیں نہیں آتیں کہ ہاں ہاں۔ یہ درست ہے۔ نماز ہمیشہ باجماعت ہی پڑھنی چاہیئے۔ بلکہ یہ آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں کہ یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ دُنیا کے کاموں میں ہم مشغول ہوتے ہیں۔

نماز باجماعت ہم کس طرح ادا کر سکتے ہیں

جب ہم کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے انبیاء بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ اور وہ گناہوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ اور ہماری جماعت کے سب دوست مل کر کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ بالکل درست انبیاء واقعہ میں معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اسکے مقابلہ میں جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ

مومنوں پر زکوٰۃ فرض ہے

اور ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت جس پر زکوٰۃ کا دینا فرض ہے۔ اسے چاہئے۔ کہ زکوٰۃ دے۔ تو بجائے یہ آواز آنیکے کہ درست ہے۔ درست۔ جو شخص زکوٰۃ دینے کے قابل ہونیکے باوجود زکوٰۃ نہیں دیتا۔ وہ مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ یہ آواز آنے لگ جاتی ہے۔ کہ آجکل کے حالات کے لحاظ سے تو یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اسی طرح عقائد کی اصلاح کے لئے جب

اور بیسیوں باتیں

کہی جاتی ہیں۔ تو ان کی تائید اور تصدیق میں جماعت کی طرف سے آوازیں اٹھتی ہیں لیکن جب ہم کہتے ہیں۔ سچ بولنا چاہئے۔ تو ہمیں آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ سچ اچھی چیز ہے۔ مگر کیا کریں۔

جھوٹ کے بغیر آجکل گذارہ نہیں ہو سکتا

غرض عمل کا کوئی حصہ ایسا نہیں۔ جس پر جماعت متفقہ طور پر قائم ہو۔ بڑی بڑی قربانیوں کو جانے دو۔ جانی قربانیوں مالی قربانیوں اور جذبات کی قربانیوں کو ایک طرف رکھو چھوٹی سے چھوٹی باتوں کو بھی اگر لے لیا جائے۔ تو عام طور پر ان کے متعلق

منہ بنانے کی آوازیں

سنائی دینگی۔ سچ بولنا کتنی معمولی بات ہے مگر لوگ اسی پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پھر اور زیادہ بڑی باتوں کو جانے دو

منہ پر کچھ بال رکھ لینا

کونسی بڑی مصیبت ہے۔ مگر لوگ ڈاڑھی منڈوا دینگے۔ اسے رکھنا پسند نہیں کرینگے۔ اور جب انہیں توجہ دلائی جائے۔ تو کہدینگے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین کے ساتھ تعلق تھا ان کو اس سے کیا غرض۔ اور اسلام کو اس سے کیا واسطہ کہ کوئی ڈاڑھی رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔ مجھ سے ہی ایک دفعہ کچھ نوجوانوں نے گفتگو کی۔ اور کہا۔ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ

اسلام کا ڈاڑھی سے کیا تعلق ہے

اور اسلام کو اس سے واسطہ کیا ہے۔ کہ ہم اپنے مونہہ پر چند بال رکھتے ہیں۔ یا نہیں رکھتے میں نے کہا۔ واقعہ میں اسلام کو ہرگز اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ کوئی اپنے مونہہ پر ڈاڑھی رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر اسلام کو اس بات سے ضرور تعلق ہے۔ کہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیجائے

ان کی باتوں کو قبول کیا جائے۔ اور ان کے نمونہ کو اختیار کیا جائے۔ پس یہ سوال نہیں۔ کہ اسلام کا ڈاڑھی سے تعلق ہے یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ اسلام کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے تعلق ہے یا نہیں۔ اگر تعلق ہے۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ ڈاڑھی کے معاملہ میں بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ اور جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتنی چھوٹی سی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس سے کب توقع ہو سکتی ہے۔ کہ وہ بڑی بڑی قربانیوں کے لئے تیار ہو سکے گا۔ جو شخص ایک پیسہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ ہزار روپیہ کہاں دے سکتا ہے۔ جب اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں ابھی ہماری جماعت اس بات کی محتاج ہے۔ کہ اُسے بار بار سمجھایا جائے۔ اور وعظ کیا جائے۔ تو وہ

بڑے بڑے عظیم الشان تغیرات

جو اسلام کے مدنظر ہیں۔ اور جن تغیرات کے پیدا کرنے کے لئے انسان کو اپنا نفس قربان کر دینا پڑتا ہے۔ ان کی باری ہی کب آئیگی ابھی تو

سر پر بودے رکھنا

اور ڈاڑھیاں منڈوانا اور مونچھیں بڑھانا اور نکٹائیاں لگانا اور پتلونیں پہننا اور سگرٹ نوشی کرنا اور حقہ پینا یہی باتیں ہماری توجہ کو کھینچے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ تغیر جو اسلام تمدن عالم میں پیدا کرنا چاہتا ہے وہ تغیر جس کے ماتحت اسلام تمام دنیا کو ایک سطح پر لانا چاہتا ہے۔ وہ تغیر جس کے ماتحت

امیر اور غریب کا فرق

اور حکومت اور رعایا کا امتیاز مٹ جاتا ہے اس کے لئے بہت بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ مگر ہمیں اپنے اندر ابھی اُن قربانیوں کا مادہ ہی نظر نہیں آتا۔ گویا ہماری مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے ایک اتنا عظیم الشان محل تیار کرنا ہے۔ جس میں ساری دُنیا نے آرام کرنا ہے۔ مگر اس کے سامانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ

وہ ابھی کدال تلاش کر رہا ہے۔

جس سے وہ ذرا سی مٹی کھرچ سکے۔ جس شخص کو ایک کدال بھی میسر نہیں۔ کہ وہ اس سے بنیاد کھود سکے۔ اور اس میں اینٹیں رکھ سکے۔ وہ

عظیم الشان محل

کب تیار کرے گا۔ اور کب ساری دُنیا کو اپنے محل میں داخل کرنے کا پروگرام پورا کرے گا۔ بس یہ ایک معمہ ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ اور یہ معمہ ہے۔ جسے ہم نے حل کرنا ہے۔ اگر ہم احمدیت کو صحیح معنوں میں سمجھتے ہیں۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کا فرستادہ اور مقدس رسول سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں اس معمہ کو پورے طور پر حل کرنا ہوگا۔ ورنہ اس کے بغیر ہم کسی قسم کی برکت اور اللہ تعالےٰ کے فضل کے امیدوار نہیں ہو سکتے ابھی تو ہم اس شخص کی طرح پریشان پھر رہے ہیں۔ جو بغیر سواری اور کسی ساتھی کے

ایک مہیب اور پرخطر جنگل میں

بھٹک جائے۔ اور اُسے اپنی منزل مقصود پر پہونچنے کا راستہ نہ ملے۔ ہم بھی حیران و پریشان ایک ایسی زمین میں پھر رہے ہیں۔ جس میں نہ کوئی انیس ہے۔ نہ جلیس۔ نہ سواری ہے نہ ٹھہرنے کا مقام۔ ایسی حالت کے ہوتے ہوئے

خالی عقیدوں کو ہم نے کیا کرنا ہے

اور ان سے دنیا میں کیا تغیر ہو سکتا ہے۔ حکومت ہمارے پاس نہیں۔ کہ ہم جبر کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کریں۔ اور ہٹلر یا مسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے۔ اسے ملک سے نکال دیں۔ اور جو ہماری باتیں سننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اُسے

عبرتناک سزا

دیں۔ اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔ اور دوسرا دن ایسا نہ چڑھنے دیتے جس میں ہمارے اندر منافق موجود ہوتے۔ اگر آج حکومت ہمیں مل جائے۔ اور ہم حکم نافذ کر دیں۔ کہ ہر وہ شخص جو باجماعت نماز نہیں پڑھے گا۔ اسے

سات سال قید سخت کی سزا

دی جائے گی۔ تو کوئی ہے جو نماز باجماعت نہ پڑھے۔ مگر اب ہمارے پاس جو سزا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم کہتے ہیں۔ جو شخص باجماعت نماز نہیں پڑھے گا۔ اللہ تعالےٰ اس پر ناراض ہوگا۔ مگر آجکل

خدا تعالیٰ کی ناراضگی

کی کون پروا کرتا ہے۔ لوگ انگریزی ناراضگی سے ڈر جائیں گے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ فلاں کام کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ ناراض ہو جائے گا۔ تو وہ اس کی پروا نہیں کرینگے۔ اگر آج ہمارے پاس حکومت ہو۔ اور ہم یہ اعلان کریں۔ کہ جو شخص اپنی لڑکی کو ورثہ دینے کے لئے تیار نہیں اسکی

جائیداد کو ضبط کر لیا جائے

تو کیا ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا رہ جائے۔ جو لڑکیوں کو ورثہ نہ دے۔ ہر شخص کہے گا۔ کہ میں تو مدت سے یہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح لڑکی کو ورثہ دُوں۔ غرض اگر ہمارے پاس حکومت ہو۔ تو صبح سے شام نہیں ہونے پائیگی۔ اور

ساری اصلاحات

آپ ہی آپ ہو جائیں گی۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس حکومت نہیں۔ اس لئے ہم کو یہ سوال کسی اور طریق سے حل کرنا پڑے گا۔

یا تو حکومت کے کسی ایسے پہلو کو تلاش کرنا پڑے گا۔ جو انگریزی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے بھی قائم کیا جا سکتا ہو۔ یا ایسے ذرائع کی تلاش کرنی پڑے گی۔ جو بغیر حکومت کے ہمیں کام دے سکیں۔ اور لوگوں کی

عملی زندگی میں اصلاح

کر سکیں۔ بہرحال یہ سوال اس قابل ہے کہ غور اور فکر کے ساتھ اسے حل کیا جائے اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس سوال پر غور کرتے چلے جائیں۔ یہاں تک کہ

اس سوال کا اطمینان بخش حل

ہمیں مل جائے۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں اس سوال کو لوں۔ ایک اور امر کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ عمل کی اصلاح عقیدہ کی اصلاح کی نسبت کیوں مشکل ہوتی ہے۔ اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سوال مختلف حالتوں میں مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ بعض زمانوں میں عقیدہ کی اصلاح عمل کی اصلاح سے زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ اور بعض زمانوں میں عمل کی اصلاح عقیدہ کی اصلاح سے زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ جب

مصلح کے پاس حکومت

ہو۔ تو اس وقت عمل کی اصلاح جلدی ہو جاتی ہے۔ اور عقیدے کی اصلاح دیر میں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت ایسے منافق ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ جو گو عقیدتاً ساتھ نہیں ہوتے۔ مگر حکومت سے فوائد حاصل کرنے کے لئے ظاہر میں عقیدہ بدل لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے باطنی خیالات قائم رہتے۔ اور ان کی اصلاح بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے جب کسی مصلح کے پاس ظاہری حکومت ہو۔ تو اس کے زمانہ میں عقیدہ کی اصلاح عمل کی اصلاح کی نسبت زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ لیکن

جب حکومت نہ ہو تو پھر عمل کی اصلاح دیر سے ہوتی ہے

عقیدہ کی اصلاح جلدی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حکومت نہ ہونے کی وجہ سے وہی لوگ ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ جن کے عقیدے درست ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن عمل میں چونکہ گہرے غور اور لمبی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہر وقت کی نگرانی اور دباؤ نہ ہونے کی وجہ سے انسانوں سے بہت سی کمزوریاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔

پس یہ سوال مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔

جب مذہب کے پاس حکومت ہو

تو اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ عقیدے کی اصلاح عمل کی اصلاح سے کیونکر زیادہ مشکل ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ بعض لوگ ہمارے رسول کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ آمنا۔ ہمارے عقائد بالکل درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ مت کہو۔ بلکہ تم اگر کہنا چاہو۔ تو یہ کہو۔ کہ اسلمنا

ہمارا ظاہر درست ہے

اور ہم ظاہر میں تمام احکام اسلام کو مان رہے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب مسلمانوں کے پاس حکومت تھی۔ مگر آج وہ زمانہ ہے۔ کہ جب لوگ کہتے ہیں اسلمنا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ تمہارا ظاہر ابھی تک اسلام کے مطابق نہیں ہوا۔ ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ آمنا۔ کیونکہ تمہارے عقائد درست ہیں۔ غرض قرآن کریم کی یہ آیت اس زمانہ میں اپنے مفہوم کو بالکل اور رنگ میں ظاہر کرے گی۔ پہلے یہ سوال ہوتا تھا۔ کہ عقیدہ کی اصلاح کیوں مشکل ہے اور اس زمانہ میں یہ سوال ہے۔ کہ عمل کی اصلاح کیوں مشکل ہے۔ اور بغیر حکومت کے اس مشکل کا حل کیا ہے اس غرض کے لئے سب سے پہلے ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ

اعمال کی اصلاح میں کونسی چیزیں روک ثابت ہوتی ہیں

تا ہمیں علاج معلوم کرنے میں آسانی ہو اس سوال کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلی چیز جو عمل کی اصلاح کو مشکل بنا دیتی ہے۔ وہ لوگوں کا یہ احساس ہے۔ کہ ایک گناہ بڑا ہوتا ہے۔ اور ایک چھوٹا ہوتا ہے عمل کی اصلاح میں یہ

سب سے بڑی روک

ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بعض گناہوں پر انسان کو دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب وہ یہ اصل قائم کرتے ہیں۔ کہ ایک بڑے گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک چھوٹے گناہ ہوتے ہیں۔ تو کچھ حصہ گناہوں کا وہ اپنے استعمال میں لاتے رہتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ گناہ تو چھوٹا ہے۔ اس کے کرنے میں کونسا زیادہ حرج ہے۔ اس طرح

بیماری کا بیج ضائع نہیں ہوتا

اور بیماری کے بیج کے ضائع نہ ہونے کی وجہ سے خرابی ہمیشہ عود کرتی رہتی ہے۔ حالانکہ ہمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ

گناہ اور نیکی کے چھوٹے بڑے ہونے کی تعریف

بالکل جداگانہ کیا کرتے تھے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض لوگ آئے۔ اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ سب سے بڑی نیکی کیا ہے آپ نے فرمایا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ پھر کوئی اور آیا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ سب سے بڑی نیکی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا۔ اس کے بعد کوئی اور شخص آیا۔ اور اس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ سب سے بڑی نیکی کیا ہے آپ نے فرمایا۔ تہجد۔ غرض مختلف سوالات کرنے والوں کو آپ نے

ایک ہی سوال کا مختلف جواب

دیا۔ کسی کو جہاد کی طرف توجہ دلائی۔ کسی کو شب بیداری کی طرف متوجہ کیا۔ کسی کو ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین کی۔ اب سب سے بڑی نیکیاں تین تو ہو نہیں سکتیں۔ سب سے بڑی نیکی ایک ہی ہو سکتی ہے۔ پس اگر سب سے بڑی نیکی جہاد ہے۔ تو ماں باپ کی اطاعت سب سے بڑی نیکی نہیں۔ اور اگر ماں باپ کی اطاعت سب سے بڑی نیکی ہے۔ تو تہجد سب سے بڑی نیکی نہیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک کو بڑی نیکی قرار دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا کیا تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا منشا سب سے بڑی نیکی سے وہ نہ تھا جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ آپ کا منشا یہ تھا۔ کہ درحقیقت

ہر انسان کے لئے سب سے بڑا کام الگ الگ ہوا کرتا ہے

ایک انسان ایسا ہوتا ہے۔ جس کے دل میں ماں باپ کی عظمت نہیں ہوتی۔ لیکن وہ روپیہ اڑا دینے کا عادی ہوتا ہے۔ اگر اسے خدا تعالیٰ کے دین کی راہ میں روپیہ خرچ کرنے کے ثواب کا علم نہ ہو۔ تب بھی وہ دنیوی کاموں پر

روپیہ اڑا دینے کی عادت

رکھتا ہے۔ چنانچہ ایسے ایسے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ جو کنچنیوں کے ایک ایک ناچ پر اپنی جائدادیں دے دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ جو ڈوموں کے لطیفوں پر اپنے قیمتی اموال لٹا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو آدھ گھنٹہ کے جوا کی خاطر اپنی جائدادیں برباد کر دیتے ہیں۔ ایسا انسان اگر خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جائداد دے دیتا ہے۔ تو وہ کونسا بڑا کام کرتا ہے۔ اس کے نزدیک تو جائداد کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ کہ اس کی اس نیکی کو بڑی نیکی قرار دیا جا سکے ایسے انسان کے لئے سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ کہ وہ

جوئے سے توبہ

کرے۔ ایسے شخص کے لئے چوری سب سے بڑا فعل نہیں۔ کیونکہ چوری کی طرف اسے رغبت نہیں۔ ایسے شخص کے لئے سب سے بڑا گناہ ظلم نہیں۔ کیونکہ ظلم کی طرف اسے توجہ نہیں۔ ایسے شخص کے لئے سب سے بڑا گناہ جھوٹ نہیں۔ کیونکہ جھوٹ سے اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ ایسے شخص کے لئے سب سے بڑا گناہ قتل نہیں کیونکہ قتل کا جذبہ اس کے دل میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کا سب سے بڑا گناہ جوا ہے۔ کیونکہ

بڑا گناہ وہی ہے جس کی عادت ہو جائے

اور جس کا چھوڑنا انسان کو مشکل معلوم ہو۔ اس تعریف کے مطابق ایک ایسا انسان بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا گناہ یہ ہو۔ کہ وہ مونچھیں نہیں ترشواتا۔ وہ چور بھی نہیں ہوگا۔ وہ ڈاکو بھی نہیں ہوگا۔ وہ جھوٹ بھی نہیں بولیگا۔ وہ دھوکا اور فریب بھی نہیں کریگا۔ مگر انگریزوں کو دیکھکر چونکہ اسے

مونچھیں بڑھانے کی عادت

ہو چکی ہوگی۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کہینگے کہ اس کا سب سے بڑا گناہ مونچھیں بڑھانا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک عزیز کا جو وہابی خیالات رکھتا تھا۔ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ کوئی بڑا رئیس آپ سے ملنے آیا۔ وہ تہہ بند تکبر سے لٹکا کر چلا کرتا تھا۔ اور اس وقت بھی اس نے اپنی تہہ بند لٹکائی ہوئی تھی۔ اور

ٹخنوں سے نیچے

پڑ رہی تھی۔ آپ فرماتے جس وقت اس عزیز نے اس رئیس کو اس حالت میں دیکھا۔ تو وہ چونکہ نیا نیا علم حدیث پڑھکر آیا تھا۔ اس نے اپنی مسواک اٹھائی اور اس رئیس کے ٹخنے پر مار کر کہا۔ فی النار۔ یہ حصہ دوزخ میں جائیگا۔ کیونکہ حدیثوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص تکبر سے اپنا ازار لمبا رکھے وہ دوزخ میں جاتا ہے۔ وہ رئیس مسلمان تھا۔ مگر اسے ہمیشہ

اپنی عزت کا خیال

رہتا۔ اور اسی عزت کے خیال میں وہ تہہ بند لٹکا کر باندھا کرتا۔ جب اس شخص نے ایک بھری مجلس میں اس رئیس کے ٹخنے پر مسواک مار کر کہا۔ فی النار۔ تو فوراً اس رئیس پر اپنی عزت کا خیال غالب آگیا۔ اور اس نے نہایت غصہ سے اسے کہا۔ تجھے کس بیوقوف نے بتایا ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ میں ہرگز مسلمان نہیں۔ گویا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اگر ایسا حکم ہے۔ تو وہ مسلمانوں پر چل سکتا ہے۔ مجھ پر نہیں چل سکتا۔ اب تہہ بند کے ایک انچ اوپر یا نیچے ہونے میں کیا رکھا ہے۔ مگر ایسے بیسیوں لوگ مل جائیں گے۔ جنہیں اگر یہ کہو۔ کہ تم ایک ہزار مربع لے لو۔ مگر تہہ بند نیچے نہ باندھو تو وہ زمین چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائینگے

مگر تہہ بند کا لٹکانا نہیں چھوڑینگے۔ بلکہ اگر انہیں کہا جائے۔ کہ تمہیں

سر کا خطاب

مل جائیگا۔ بشرطیکہ تہہ بند لٹکا کر نہ چلو۔ تو وہ سر کا خطاب چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اس بات کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ کہ تہہ بند ایک انچ اوپر کر کے باندھیں۔ پس ایسے لوگوں کا سب سے بڑا گناہ تہہ بند کو نیچے لٹکانا ہوگا۔ نہ کچھ اور اسی طرح ایک زمیندار جب یہ سنتا ہے۔ کہ کسی شخص نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی۔ تو اسے اپنی بیوی کی محبت۔ اپنے بچوں کی محبت۔ اپنے خاندان کی محبت۔ اور اپنی جان کی محبت بالکل فراموش ہو جاتی ہے۔ وہ خاموشی سے ایک گنڈاسہ یا چھرا لیتا ہے۔ اور گھر سے نکل جاتا ہے۔ اور اس شخص کی تلاش شروع کر دیتا ہے جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہوتی ہے۔ پھر جب وہ مل جاتا ہے تو اُسے قتل کر دیتا ہے۔ اور جب خود پکڑا جاتا ہے۔ تو اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہوا

پھانسی کے تختہ پر

چڑھ جاتا ہے۔ اور ذرا بھی خیال نہیں کرتا کہ اس نے کوئی قربانی کی ہے۔ گویا وہ اپنی جان اور اپنا مال اور اپنی ہر چیز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ لیکن باوجود اس کے اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ بنئے کے پاس جاتا اور اس سے سُود لیتا ہے۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی ایک خیالی عزت کو قربان نہیں کرتا۔ اور اپنی لڑکی کو ورثہ سے محروم رکھتا ہے۔ ایسے شخص کی سب سے بڑی نیکی یہ نہیں کہ اس نے اپنی جان

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی حفاظت

کے لئے قربان کر دی۔ بلکہ اس کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ کہ وہ سود نہ لے۔ اور اپنی لڑکیوں کو جائیداد سے ورثہ دے یہ صرف

چند مثالیں

میں نے دی ہیں۔ ورنہ ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم

ہوتا ہے۔ کہ نیکی اور بدی ہر انسان کے ساتھ بدلتی چلی جاتی ہے۔ پس جب تک یہ خیال دل میں رہے۔ کہ فلاں بدیاں بڑی ہیں۔ اور فلاں چھوٹی۔ اور فلاں نیکیاں بڑی ہیں اور فلاں چھوٹی۔ اس وقت تک انسان نہ بدیوں سے پوری طرح بچ سکتا ہے۔ اور نہ نیکیوں کو پوری طرح حاصل کر سکتا ہے۔ دُنیا میں بڑی بدیاں وہی ہیں۔ جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔ اور جو عادت میں داخل ہو چکی ہوں۔ اور

بڑی نیکیاں وہی ہیں جن کا کرنا انسان کو دوبھر معلوم ہو

اس نقطہ نگاہ کے مطابق کئی نیکیاں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جو ایک کے لئے بڑی ہوں۔ مگر دوسرے کے لئے چھوٹی۔ اور کئی بدیاں ہو سکتی ہیں۔ جو ایک کے لئے بڑی ہوں لیکن دوسرے کے لئے چھوٹی۔ پس جب تک اس خیال کو دل سے نکال نہیں دیا جاتا۔ کہ چوری ایک بڑا گناہ ہے۔ زنا ایک بڑا گناہ ہے۔ قتل ایک بڑا گناہ ہے۔ غیبت ایک بڑا گناہ ہے۔ اور ان کے علاوہ جتنے گناہ ہیں۔ وہ چھوٹے ہیں۔ یا جب تک اس خیال کو دل سے نکال نہیں دیا جاتا۔ کہ چند نیکیاں بڑی ہیں۔ اور باقی چھوٹی۔ مثلاً روزہ بڑی نیکی ہے۔ نماز باجماعت بڑی نیکی ہے۔ زکوٰۃ بڑی نیکی ہے۔ حج بڑی نیکی ہے اور ان کے علاوہ جتنی نیکیاں ہیں۔ وہ چھوٹی ہیں۔ اس وقت تک

انسان کا عملی حصہ

بہت کچھ کمزور رہتا ہے۔ مگر عام مسلمانوں میں اس وقت ایک مرض پھیلا ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ بعض نیکیوں کو بڑی اور بعض کو چھوٹی سمجھتے ہیں۔ مثلاً وہ سمجھتے ہیں۔ کہ

روزہ سب سے بڑی نیکی ہے

اس خیال میں انہیں اس قدر غلو ہے۔ کہ وہ نماز باجماعت چھوڑ دیںگے۔ زکوٰۃ ساری عمر نہیں دیںگے۔ لیکن جو شخص روزہ نہ رکھے۔ خواہ کسی بیماری اور مجبوری کی وجہ سے نہ رکھے۔ وہ ان کے نزدیک کفتنی اور گردن زدنی ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک دفعہ

رمضان کے مہینہ

میں جبکہ آپ سفر کی حالت میں تھے۔ امرتسر میں تقریر فرما رہے تھے۔ کہ آپ کے گلے میں خشکی محسوس ہوئی۔ ایک دوست نے یہ دیکھکر آپ کے آگے چائے کی پیالی پیش کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیالی ہٹا دی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے حلق کی تکلیف کے خیال سے پھر پیالی پیش کر دی آپ نے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ رہنے دو۔ لیکن تیسری دفعہ اس نے پھر پیالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آگے کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غالباً یہ سمجھکر کہ اگر میں نے پیالی نہ لی تو یہ ریا ہو جائیگا۔ اور سمجھا جائے گا۔ کہ میں نے لوگوں کو دکھانے کی خاطر اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ جو سفر کے وقت روزہ نہ رکھنے کے متعلق اللہ تعالےٰ نے دیا ہے۔ جب تیسری بار اس دوست نے پیالی پیش کی۔ تو آپ نے لے لی۔ اور اس میں سے تھوڑا سا گھونٹ بھر لیا۔ یہ دیکھتے ہی لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ

امام مہدی ہونے کا دعوےٰ

کرتے ہیں۔ مگر رمضان میں روزے نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جو اس وقت شور مچا رہے تھے۔ ان میں سے یقیناً ننانوے فیصدی نماز باجماعت کیا نماز کے ہی تارک تھے۔ اور یقیناً ان میں سے ننانوے فیصدی جھوٹ بولنے دھوکا فریب کرنے اور لوگوں کے مال لوٹ لینے والے تھے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان میں سے ننانوے فیصدی روزہ دار تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں روزہ کو سب سے بڑی نیکی سمجھا جاتا ہے۔ مگر روزہ وہ اس طرح نہیں رکھتے جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزہ رکھکر جھوٹ بولتا۔ غیبت کرتا یا گالی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور اسکا کوئی روزہ نہیں

وہ صرف بھوکا اور پیاسا رہتا ہے

اس حدیث کے مطابق گو ننانوے فیصدی مسلمان بظاہر روزہ رکھکر بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں۔ مگر وہ اس بھوکے پیاسے رہنے کو سب سے بڑی نیکی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص روزہ رکھ لے۔ اور چند اور نیکیوں پر عمل کرے۔ اس کا بیڑا پار ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں پاکیزگی کے قائم کرنے میں کبھی ممد نہیں ہو سکتے۔ اور نہ وہ

صحیح معیار گناہ

قائم کرسکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذہن میں یہ نقشہ جما لیا ہوتا ہے۔ کہ کچھ چھوٹی نیکیاں ہوتی ہیں۔ اور کچھ بڑی نیکیاں ہوتی ہیں اور کچھ چھوٹی بدیاں ہوتی ہیں اور کچھ بڑی بدیاں ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جس نیکی کو بڑا سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اسے تو اختیار کرلیتے ہیں۔ مگر جن بدیوں کو چھوٹا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے۔ حالانکہ اسلام نے اسی نیکی کو بڑا قرار دیا ہے جس پر عمل کرنا اس کے لئے دوبھر ہو اور اسی بدی کو بڑا قرار دیا ہے۔ جس سے بچنا انسان کے لئے دوبھر ہو۔ پس ایک تو عملی اصلاح میں سب سے بڑی روک یہ ہے کہ لوگ

بدیوں اور نیکیوں کے متعلق ذہنی طور پر فرق

کرلیتے ہیں۔ اور کہنا شروع کردیتے ہیں کہ بعض گناہ بڑے ہیں اور بعض چھوٹے۔ اور بعض نیکیاں بڑی ہوتی ہیں اور بعض چھوٹی ہوتی ہیں۔ وہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ جو

بڑی بڑی نیکیاں

ہیں وہ ہم کریں گے اور چھوٹی نیکیوں کو نظر انداز کردیں گے۔ اسی طرح گناہوں میں سے بھی وہ جن گناہوں کو بڑا سمجھتے ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کرینگے مگر اور گناہوں کا اپنے اندر پایا جانا انہیں قابل اعتراض امر معلوم نہیں ہوگا۔ حالانکہ چھوٹی نظر آنے والی نیکیاں چھوڑ دینے سے بسا اوقات بڑے بڑے نقصان ہوجاتے ہیں اور معمولی نظر آنیوالی بدیاں کرلینے سے بسا اوقات روحانیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ پس ان کی قربانی دونوں طرف سے کم سمجھی جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے

طہارت اور پاکیزگی کا خلعت

انہیں عطا نہیں کیا جاتا۔ پھر بعض بدیوں کو چھوٹا سمجھنے کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بدی کا بیج دنیا میں قائم رہتا ہے جو مناسب ماحول کے قائم ہونے پر پھر اگ آتا ہے۔ اسی طرح جس نیکی کو چھوٹی سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ بڑی ہوتی ہے۔ اور جس بدی کو چھوٹی سمجھ کر اختیار کرلیا جاتا ہے۔ وہ بسا اوقات اس زمانہ میں

نہایت مہلک اور خطرناک نتائج

پیدا کرنیوالی ہوتی ہے۔ پھر ہر شخص کے نزدیک چھوٹی بڑی بدی الگ الگ ہوتی ہے ایک شخص جس بدی کو بڑا سمجھتا ہے دوسرا اسے چھوٹا سمجھتا ہے اور دوسرا جس بدی کو چھوٹا سمجھتا ہے تیسرا اسے بڑا سمجھتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر بدی کا بیج موجود رہتا ہے اگر سارے لوگ مل کر فیصلہ کر لیتے۔ کہ فلاں بدی بری ہے — تو وہ پیدا ہی نہ ہوتی۔ جیسے مسلمان

سارے گناہوں سے بدتر گناہ

حتیٰ کہ شرک سے بھی بدتر سؤر کھانا سمجھتے ہیں۔ یہ اسی لئے کہ ان میں متفقہ طور پر سؤر کے متعلق یہ احساس پیدا ہوچکا ہے۔ کہ اس کا گوشت کھانا برا ہے۔ وہ کنچنیاں جو دو دو آنے چار چار آنے روپیہ روپیہ۔ دو دو روپے چار چار روپے اور پانچ پانچ روپے پر علیٰ قدر مراتب عصمت فروشی کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر سینہ پر ہاتھ مار کر کہتی ہیں کہ الحمد للہ ہم مومنہ ہیں۔ وہ ڈاکو جو دو آنے پر ایک شخص کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ جو پندرہ پندرہ بیس بیس روپے لیکر بے دریغ دوسرے کو قتل کردیتے ہیں اور مونہہ سے اسلام کا اقرار بھی کرتے جاتے ہیں وہ بھی عصمت فروشی اور قتل کو اتنا برا فعل نہیں سمجھیں گے۔ جتنا

سؤر کا گوشت

کھانے کو۔ جس کی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں سؤر کے گوشت کے متعلق مجموعی طور پر یہ احساس پیدا ہوچکا ہے کہ اس کا کھانا خطرناک گناہ ہے۔ حالانکہ

کنچنیوں کا سب سے بڑا گناہ عصمت فروشی ہے

اور ایک قاتل کا سب سے بڑا گناہ۔ قتل ہے۔ مگر وہ ان گناہوں کا عادی ہونے کی وجہ سے انہیں تو معمولی سمجھتے ہیں۔ لیکن سؤر کا گوشت کھانا بدترین گناہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کئی ایسے ملیں گے جو جھوٹ بولنے والے ہونگے۔ لیکن قتل نہیں کریں گے۔ وہ قاتل کو تو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ لیکن جھوٹ سے جب انہیں منع کیا جائے۔ تو کہہ دیں گے۔ کہ جھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں ہوتا۔ پھر کئی ہیں جو

چغلخوری کی عادت

رکھتے ہیں۔ وہ جھوٹ سے نفرت رکھتے ہیں۔ لیکن چغلخوری کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اس کے مقابلہ میں جو جھوٹ بولنے کی عادت رکھتا ہے اور چغل خوری سے محفوظ ہے۔ وہ چغل خور سے سخت نفرت رکھے گا۔ اگر کوئی شخص اس کے پاس کسی کی چغلی کرے گا تو وہ آئندہ کے لئے اس کی شکل تک دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اور اس سے شدید نفرت کرنے لگے گا۔ لیکن وہ اس کے سچ کو تو ادہر سے ادہر بیان کرنے پر ناراض ہوگا۔ اور خود جھوٹ بول لینا اسے معمولی عیب دکھائی دیگا۔ پس چونکہ ہر انسان اپنی فطرت اپنی عادت اور اپنے ماحول کے مطابق کسی بدی کو بڑا اور کسی کو چھوٹا سمجھتا ہے اس لئے

ہر بدی کا بیج دنیا میں موجود رہتا ہے

گویا یہ منڈی ہمیشہ ہی رونق پر رہتی ہے۔ اس میں کئی ایسے مل جائیں گے جو قتل کو معمولی بدی سمجھ کر لوگوں کو قتل کرنے والے ہونگے۔ کئی ایسے مل جائیں گے جو غیبت کو معمولی بدی سمجھ کر لوگوں کی غیبت کرنے والے ہونگے۔ کئی ایسے مل جائیں گے۔ جو جھوٹ کو معمولی بدی سمجھ کر لوگوں کے متعلق جھوٹ بولنے والے ہونگے کئی ایسے مل جائینگے۔ جو دوسرے کے مال کھانے کو معمولی بدی سمجھ کر

اپنے بھائیوں کا مال کھانے والے

ہونگے۔ کئی ایسے مل جائیں گے جو خیانت کو معمولی بدی سمجھ کر خائن ہونگے کئی فسق اور فجور کو معمولی بدی سمجھ کر فاسق اور فاجر نظر آئیں گے۔ غرض ہر

گناہ کی کاشت کرنیوالے لوگ

دنیا میں موجود ہونگے۔ کوئی کسی گناہ کو چھوٹا قرار دے رہا ہوگا اور کوئی کسی کو۔ اور اس طرح ہر گناہ کا بیج دنیا میں محفوظ ہوتا چلا آئے گا۔ ہاں ایک مثال جو سؤر کے گوشت کی میں نے دی ہے۔ اس کا استثناء ہے۔ کیونکہ کروڑوں میں سے ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہوگا۔ جو سؤر کا گوشت کھاتا ہو۔ بلکہ مسلمان سؤر کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ الا ماشاء اللہ چند ایسے لوگوں کے جو مغرب میں رہنے کی وجہ سے اس جذبہ کو کھو چکے ہوں۔ مگر

وہ النادر کالمعدوم کے طور پر ہیں

تو جس گناہ کو سارے لوگ ہی بڑا گناہ قرار دے لیں۔ اس کا مٹانا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ لیکن جن گناہوں کو کچھ لوگ بڑا اور کچھ لوگ چھوٹا قرار دے رہے ہوں۔ ان کا مٹانا نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔

دوسرا سبب

یہ ہے۔ کہ عقیدہ ہر ایک کے دل میں ہوتا ہے۔ اور عقیدے کا تعلق دل سے ہے۔ لیکن عمل کا تعلق ظاہر سے ہے۔ انسانی فطرت میں ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کے لئے اس میں

نقل کا مادہ

رکھا ہوا ہے۔ اس نقل کے مادہ کا غلط استعمال کر کے کبھی انسان تباہ بھی ہو جاتا ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ ہمارے فائدہ کے لئے رکھا ہوا ہے۔ اگر نقل کا مادہ انسان میں نہ ہو۔ تو وہ مثلاً زبان ہی نہ سیکھ سکے۔ مگر چونکہ نقل کا مادہ اللہ تعالےٰ نے انسانی فطرت میں رکھا ہوا ہے۔ اس لئے ماں باپ کو اردو یا انگریزی یا پنجابی بولتے دیکھ کر بچہ بھی وہی زبان بولنے لگ جاتا ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں کافی زبان سیکھ لیتا ہے۔ یوں کسی غیر زبان کے پڑھنے میں کتنے سال لگ جاتے ہیں۔ لیکن ماں باپ سے سن کر نافہم بچہ بھی چند سالوں میں کتنی مکمل زبان سیکھ جاتا ہے۔ ایک زمیندار ۱۵ سال میں بھی اتنی عربی نہیں پڑھ سکتا۔ جتنی بچپن کی حالت میں ڈیڑھ دو سال کے عرصہ میں وہ پنجابی سیکھ لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسانی فطرت میں یہ نقل کا مادہ اس لئے رکھا ہے۔ کہ تا انسانی ترقی ہو۔ اور علوم کا سیکھنا اسے بوجھ محسوس نہ ہو۔ مگر یہی نقل کا مادہ کبھی

غلط طور پر

بھی استعمال ہو کر بچہ کی عملی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ جس طرح بچہ اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے ماں باپ کو جھوٹ بولتے دیکھ کر ان سے جھوٹ کی بھی عادت سیکھتا۔ اور اس جھوٹ کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یا جب وہ اپنے ارد گرد کسی کو چوری کرتے دیکھتا ہے۔ تو اس کو دیکھ کر خود بھی چوری کرنے لگ جاتا ہے۔ بچہ میں یہ نقل کی عادت ویسی ہی ہے۔ جیسے

بندر میں نقل کی عادت

ہے۔ بندر میں بھی نقل کا مادہ بڑی شدت سے پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے بندر کی اس عادت کے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ کوئی ٹوپیوں کا تاجر تھا۔ وہ بہت سی ٹوپیاں لئے ایک جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ کہ آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے سر پر ٹوپی رکھے سو گیا۔ اور ٹوپیوں کی گٹھڑی پاس رکھ لی اتفاقاً اس درخت پر بہت سے بندر بیٹھے تھے۔ جب بندروں نے دیکھا۔ کہ درخت کے نیچے ایک آدمی سر پر ٹوپی رکھے سویا ہوا ہے۔ اور اس کے پاس بہت سی ٹوپیاں پڑی ہیں۔ تو وہ نیچے آئے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک ٹوپی اپنے سر پر اوڑھ لی۔ اور درخت پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ٹوپیوں والے کی آنکھ کھلی، تو اس نے دیکھا کہ ٹوپیاں غائب ہیں۔ وہ حیران ہوا۔ اور اس نے سمجھا۔ کہ کوئی چور اٹھا کر لے گیا ہے۔ مگر اتفاقاً اس نے اوپر جو دیکھا تو

بیسیوں بندر اسے ٹوپیاں پہنے ہوئے دکھائی دیئے

یہ دیکھ کر اس نے بندروں کو ڈرایا۔ اور دھمکایا۔ مگر انہوں نے کسی طرح ٹوپیاں نہ اتاریں۔ آخر اس نے درخت کا پھل جو نیچے گرا ہوا تھا۔ بندروں کو مارنا شروع کیا جب بندروں نے دیکھا کہ یہ پھل اٹھا اٹھا کر ہمیں مار رہا ہے۔ تو انہوں نے بھی درخت کے پھل توڑ توڑ کر اسے مارنا شروع کر دیا۔ اب چاروں طرف سے جو اسے پھل لگے۔ تو وہ گھبرا گیا مگر آخر اللہ تعالےٰ نے اسے

عقل سے کام لینے کی توفیق

دی۔ اور اس نے سمجھا کہ یہ تو محض میری نقل کر رہے ہیں۔ اب میں کوئی ایسا طریق سوچوں۔ جس سے یہ ٹوپیاں میری طرف پھینک دیں۔ اس خیال کے آنے پر اس نے اپنی ٹوپی سر سے اتاری۔ اور زور سے اسے زمین پر دے مارا۔ یہ دیکھتے ہی سب بندروں نے ٹوپیاں اپنے اپنے سر سے اتاریں۔ اور زور سے زمین پر پھینک دیں۔ اس تاجر نے انہیں اکٹھا کر لیا۔ اور آگے روانہ ہو گیا۔ بچوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ وہ

بغیر عقل سے کام لئے دوسروں کی نقل

کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جس وقت وہ عقل کی عمر کو پہونچتے ہیں اور انہیں یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ یہ فعل برا ہے۔ تو اس وقت وہ ان کی عادت میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ بسا اوقات اپنی ماں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ

نمازوں میں سستی

کرتی ہے۔ پھر وہ دیکھتے ہیں۔ کہ ان کا باپ گھر میں آتا ہے۔ اور پوچھتا ہے۔ کہ نماز پڑھی؟ تو وہ جواب میں کہہ دیتی ہے ابھی تو نہیں پڑھی۔ پڑھ لوں گی۔ بچہ یہ جواب سنتا اور دل میں کہتا ہے۔ مجھ سے بھی جب کسی نے پوچھا۔ کہ نماز پڑھی ہے، تو میں کہہ دوں گا۔ ابھی نہیں پڑھی پڑھ لوں گا۔ چنانچہ جب وہ ہوش سنبھالتا ہے۔ اور باپ اس سے پوچھتا ہے۔ نماز پڑھی تو وہ کہہ دیتا ہے ابھی نہیں پڑھی پڑھ لوں گا۔ پھر وہ دیکھتا ہے کہ باپ گھر میں ناراض ہوتا ہے اور کہتا ہے تم نے نماز پڑھی۔ تو ماں جواب دیتی ہے اوہ میں بھول گئی تھی۔ بچہ یہ جواب سنتا اور دل میں کہتا ہے۔

یہ اچھا نسخہ ہے

مجھ سے بھی جب کسی نے پوچھا نماز پڑھی تو میں کہہ دوں گا اوہ میں بھول گیا تھا۔ پھر کبھی وہ دیکھتا ہے، کہ باپ جب پوچھتا ہے کہ نماز پڑھی۔ تو ماں جھوٹ بول کر کہہ دیتی ہے۔ کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے۔

بچہ جانتا ہے کہ اس نے نماز نہیں پڑھی

کیونکہ وہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچہ بھی کہتا ہے۔ جب مجھ سے کوئی پوچھے گا نماز پڑھی۔ تو میں کہہ دوں گا۔ میں نے پڑھ لی ہے۔ چنانچہ بڑے ہونے پر جب باپ گھر میں آتا اور اپنے بچہ سے دریافت کرتا ہے۔ کہ نماز پڑھی۔ تو وہ نہایت دلیری سے کہہ دیتا ہے ابا جان میں نے نماز پڑھ لی ہے۔ یا بچہ اپنے ہمسایہ میں سے کسی کو جھوٹ بولتے دیکھتا ہے۔ یا چوری کرتے دیکھتا ہے۔ تو اس کو بھی ان

افعال میں لذت

آنی شروع ہو جاتی ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ چیز اچھی ہے یا بری۔ مزیدار ہے یا غیر مزیدار۔ وہ صرف نقل کرنی جانتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ بچے روتے ہیں۔ اور ان کے رونے کا بظاہر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جب کرید کرید کر بات دریافت کی جائے۔ تو کسی ایسی بات پر وہ رو رہے ہوتے ہیں۔ جس میں محض دوسرے کی نقل کرنے کا شوق کار فرما ہوتا ہے۔

میری ایک بھانجی کا ہی ایک واقعہ

ہے۔ وہ چھوٹی سی تھی۔ کہ ایک دن اس نے رونا شروع کر دیا۔ اتنی روئی اتنی روئی کہ سب حیران رہ گئے۔ اور وہ کسی طرح چپ کرنے میں نہ آئے۔ آخر بہت دریافت کرنے پر اس نے کہا۔ کہ میں کبھیوں کی کوٹھڑی میں

گڑ کے میٹھے چاول ڈالکر کھاؤنگی۔ اس نے کسی کھلائی کی لڑکی کو اس طرح گیہوں کی کٹوری میں گڑ کے میٹھے چاول ڈالکر کھاتے دیکھا تھا۔ بس اسکی

نقل کے شوق میں

اس نے بھی ضد کرلی۔ اور رونا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسے چاول پکا کر دیئے گئے۔ اور گیہوں کی کٹوری میں ڈال کر اس کے آگے رکھے گئے۔ وہ لے کر کہنے لگی۔ میں اسی جگہ زمین پر بیٹھ کر کھاؤں گی۔ جہاں اس نے کھائے تھے چنانچہ وہ زمین پر جا کر بیٹھی جہاں اس نے اپنی کھلائی کی لڑکی کو بیٹھے دیکھا تھا۔ اور میٹھے چاول کھائے۔ اسی طرح مجھے

اپنا بھی ایک لطیفہ

یاد ہے۔ میں اس وقت گودیوں میں اٹھایا جاتا تھا۔ ان دنوں میری آنکھیں سخت دکھنے آئیں۔ شدت تکلیف سے میں رو رہا تھا۔ کہ ایک عورت نے مجھے اٹھالیا۔ اور ادھر ادھر پھرانا شروع کر دیا۔ اس عورت کو چونکہ بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے ٹہلتے ٹہلتے کھانی شروع کر دی۔ مجھے ساری عمر میں کبھی کسی چیز کے متعلق اتنی شدت حرص پیدا نہیں ہوئی جتنی اس دن پیدا ہوئی۔ میں آنکھوں کے درد سے روتا جا رہا تھا۔ اور میری

سب سے بڑی خواہش

اس وقت یہ تھی۔ کہ رات کی باسی روٹی اس وقت ہو۔ تو میں اسے ٹہل ٹہل کر کھاؤں۔ یہ باسی روٹی کا مزا نہیں تھا۔ جو مجھے آیا۔ بلکہ ایک نقل تھی۔ جو میں نے کرنی چاہی۔ تو بچپن میں نقل کی شدید عادت ہوتی ہے۔ اور بغیر سمجھ کے بچہ کام کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر اسے نیک ماحول میں رکھدیں۔ تو وہ نیک کام کرتا چلا جائیگا۔ اور اگر برے ماحول میں رکھدیں۔ تو وہ برے کام کرتا چلا جائے گا۔ اور جب بڑے ہو کر لوگ اسے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ چیز بری ہے۔ اسے ترک کرو تو اس وقت وہ ان کے اختیار سے نکل چکا ہوتا ہے۔ لیکن عقیدے میں یہ بات نہیں عقیدہ دماغ میں ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے عقیدہ نظر نہیں آتا اس لئے

عقیدہ میں دوسرے کی نقل نہیں ہوسکتی

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ کہ خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں۔ تو اردگرد کے بچوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر وہ تبلیغ کرتا ہو۔ تو بچے زبان سے اس کی نقل کرنے لگ جائیں گے اور شور مچاتے پھریں گے۔ کہ خدا تین ہیں خدا تین ہیں اور اگر وہ کسی کو یہ کہتے سنیں گے کہ خدا کوئی نہیں۔ تو وہ اس کی نقل کرنے لگ جائیں گے۔ اور کہنے لگیں گے۔ کہ

خدا کوئی نہیں

لیکن ان امور کے متعلق انکے دل میں یقین پیدا نہیں ہوگا۔ صرف ان کی زبانیں اسے دہرا رہی ہونگی۔ کیونکہ وہ زبان کی بات سن کر اس کی نقل کرنے لگ جائیں گے۔ اور دل کی حالت چونکہ ان پر عیاں نہ ہوگی۔ اس کی نقل کرنے کی وہ کوشش نہ کریں گے۔ غرض عمل کا تعلق چونکہ ظاہر سے ہے۔ اس وجہ سے دوسروں کے عیوب کا جلدی اثر ہو جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے چونکہ عیسائی کی تثلیث کا عقیدہ بچوں کے سامنے نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ اس کے دماغ میں ہے۔ وہ اس کی نقل نہیں کرینگے لیکن اس کی نکٹائی اور پتلون چونکہ بچوں کے سامنے ہو گی۔ اس لئے وہ فوراً اس کی نقل کرنی شروع کر دیں گے۔ اور جب بھی

نکٹائی اور پتلون

کا ذکر آئے گا۔ وہ اس کے لئے بے تاب ہو جائیں گے۔ اگر عقیدہ ظاہر کی چیز ہوتی۔ تو بچے اس کی بھی نقل شروع کر دیتے مگر عقیدہ چونکہ مخفی چیز ہے۔ اس لئے اس کی نقل کم ہوتی ہے۔ اسے صرف علمی طور پر سمجھایا جا سکتا ہے اور علمی طور پر سمجھانا بچپن کے زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جوانی کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس وقت بچہ اگر عقل سے کام لے تو

مفید اور مضرات میں فرق

کرسکتا ہے۔ پس انسانی فطرت میں چونکہ نقل کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر بچہ اپنے اردگرد لوگوں کو جھوٹ بولتے دیکھتا ہے۔ تو وہ جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے۔ اگر چوری کرتے دیکھتا ہے تو چوری کرنے لگ جاتا ہے۔ دوسروں کو لوگوں کے حق مارتے دیکھتا ہے۔ تو یہ بھی حق مارنے کی عادت اختیار کر لیتا ہے

جھوٹی قسمیں

کھاتے دیکھتا ہے۔ تو یہ بھی جھوٹی قسمیں لگ جاتا ہے۔ گالیاں دیتے دیکھتا ہے۔ تو یہ بھی گالیاں دینے لگ جاتا ہے۔ نماز کا تارک دیکھتا ہے۔ تو خود بھی نماز کا تارک بن جاتا ہے روزہ رکھتے نہیں دیکھتا۔ تو اس میں بھی روزہ رکھنے کی عادت پیدا نہیں ہوتی۔ گائے کا گوشت کھاتے دیکھتا ہے۔ تو گائے کا گوشت کھانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ گائے کے گوشت سے نفرت کرتے دیکھتا ہے۔ تو یہ بھی گائے کے گوشت سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔

سردار فضل حق صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی تھے۔ جو فوت ہو چکے ہیں۔ وہ سکھوں کے ایک معزز خاندان اور رئیسوں میں سے تھے۔ ان کی چڑ ہی لوگوں نے یہ بنائی ہوئی تھی۔ کہ سردار صاحب گائے کا گوشت لائیں۔ اور یہ سنتے ہی سردار صاحب کو متلی ہونے لگتی بعض دفعہ لوگ انہیں زبردستی

گائے کی بوٹی کھلانے کی کوشش

کرتے۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے جب مہمانخانہ میں وہ آگے آگے ہوتے اور لوگ پیچھے پیچھے اور لوگ انہیں کہتے۔ آج تو آپ کو ایک بوٹی کھلا کر رہیں گے۔ اور وہ کہتے خدا کے لئے مجھے نہ کھلانا۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ یہ شاید انہی کا واقعہ ہے۔ یا کسی اور نومسلم کا۔ بہرحال یہ واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ انہیں یا کسی اور نومسلم کو بے خبری میں گائے کے گوشت کی ایک بوٹی کھلا دی گئی۔ اور انہیں واقعہ میں قے آگئی۔ یہ

گائے کے گوشت کا ذکر

سن کر قے آجانا کیا چیز ہے۔ یہ وہی بچپن کا اثر ہے۔ جب انہیں گائے کے گوشت سے نفرت دلائی جاتی۔ ورنہ گائے کے گوشت میں کیا رکھا ہے۔ اور بکرے کے گوشت میں کیا؟

تو عمل چونکہ نظر آنے والی چیز ہے۔ اس لئے لوگ اس کی نقل کر لیتے ہیں اور یہ بیج پھر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ لیکن عقیدہ چونکہ نظر آنے والی چیز نہیں۔ اس لئے وہ اپنے دائرہ میں محدود رہتا ہے۔ گویا

عقیدہ ایک پیوندی درخت ہے

کہ اسے خاص طور پر لگایا جائے۔ تو لگتا ہے۔ لیکن عمل کی مثال تخمی درخت کی سی ہے۔ کہ آپ ہی آپ اس کا بیج زمین میں جڑ پکڑ کر اگنے لگتا ہے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عمل کی مثال اس بھٹ کٹیا کے پودے کی سی ہے۔ جو ہوا سے ڈھلکتا پھرتا ہے اور ہر جگہ اس کا بیج آپ ہی آپ اگتا چلا جاتا ہے اور اس کو مٹانا مشکل ہو جاتا ہے۔ پس عقیدہ اور عمل میں یہ ایک

بہت بڑا فرق

ہے۔ جس کی وجہ سے بڑے عقیدے کا پھیلنا اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا برے عمل کا پھیلنا آسان ہوتا ہے۔

تیسرا سبب

یہ ہے کہ عقیدہ آجل امور سے تعلق رکھتا ہے لیکن عمل ایسے امور سے تعلق رکھتا ہے جو عاجل ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کا اس عملی حالت سے کوئی تعلق نہیں۔ جب ایک سنار زیور تیار کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ میں اس میں کھوٹ ملاؤں یا نہ ملاؤں۔ کیونکہ کھوٹ ملانے یا نہ ملانے کا تعلق اس کی شام کی روٹی کے ساتھ ہے پس وہ اپنے قریب کے فائدہ کو دیکھ کر ایک راہ عمل اختیار کر لیتا ہے یا مثلاً یہ سوال کہ مرنے کے بعد زندگی ہے یا نہیں۔ بڑی دور کا سوال ہے فرشتے ہوتے ہیں یہ بھی دور کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی سچے ہوتے ہیں اور ان کی باتیں ماننے میں انسان کا اپنا فائدہ ہوتا ہے یہ بھی دور کا سوال ہے۔ خدا کا کلام انسان پر اترتا ہے۔ یہ بھی بہت دور کی بات ہے۔ نجات کس کو ملے گی۔ یہ بھی کوئی قریب کا سوال نہیں لیکن ایک سنار کے لئے یہ

بالکل قریب کا سوال ہے

کہ ایک شخص جو دو روپے کی چاندی دے گیا ہے۔ میں اسے دو روپیہ کی چاندی کی صورت میں ہی واپس کر دوں۔ یا پونے دو روپیہ کی چاندی میں چار آنہ کا کھوٹ ملا کر واپس کر دوں۔ کیونکہ اس سوال کا تعلق اس کی شام کی روٹی اور اس کے بیوی بچوں کے کپڑوں کے ساتھ ہے۔ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں اس میں کھوٹ ملا دوں۔ تو میری شام کی روٹی کا سوال حل ہو جاتا ہے۔ مگر خدا ایک ہے اس سے اس کی روٹی یا بیوی بچوں کے کپڑوں کا سوال بظاہر حل نہیں ہو سکتا تو

عقیدے کا تعلق دور کے امور سے ہوتا ہے

اور عمل کا تعلق قریب کے امور سے ہوتا ہے یعنی عمل کا اثر دنیا کے معاملات پر پڑتا ہے اور عقیدے کا اثر انسان کے ذہنی اثرات اور اس کی روح پر پڑتا ہے۔ اس لئے عقیدہ کی اصلاح میں دنیوی ضروریات حائل نہیں ہوتیں۔ لیکن عمل کی اصلاح کے راستہ میں دنیوی ضروریات حائل ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص جوش میں آتا اور دوسرے شخص سے لڑ پڑتا ہے۔ اتفاقاً زور سے اس کا ہاتھ اس کے دل پر لگتا اور وہ مر جاتا ہے۔ وہ دونوں ایک جگہ اکیلے ہوتے ہیں۔ اس وقت عاجل اور فوری طور پر اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ میں چپ کر کے یہاں سے کھسک جاتا ہوں کسی کو کیا پتہ ہے۔ کہ میں نے اسے مارا ہے۔ اگر پکڑا جاؤنگا تو کہہ دوں گا مجھے کیا پتہ۔ اس کو کس نے مارا ہے۔ گویا

جھوٹ اور فریب کا عاجل فائدہ

اس کے سامنے آجاتا اور وہ اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی توحید سے اس کا اس طرح ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ ٹکراؤ اگر ہوتا ہے تو جھوٹ کے ساتھ۔ یا مثلاً غیبت ہے ایک افسر اس کو تکلیفیں دیتا اور اس پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ لیکن یہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اتفاقاً اس سے اعلیٰ افسر سے اسے ملاقات کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ جو پہلے ہی اس فکر میں حیران ہوتا ہے کہ میں اپنے دشمن سے کس طرح نجات پاؤں۔ وہ ملاقات کے وقت کیا دیکھتا ہے۔ کہ اتفاقاً اس اعلیٰ افسر نے کوئی ایسی بات کہی ہے جو اس چھوٹے افسر کے خلاف ہے۔ تب وہ فوراً خیال کرتا ہے۔ کہ اگر میں بھی

اس افسر کے چند عیوب

اس کے پاس بیان کر دوں تو یہ اس پر اور زیادہ ناراض ہو جائیگا۔ چنانچہ یہ دیکھتے ہی کہ بڑا افسر چھوٹے افسر کے خلاف ہے اس چھوٹے افسر کے چند اور عیوب بھی بیان کر دیتا ہے۔ اور اس طرح اس کی غیبت کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے اگر میں غیبت نہ کروں۔ تو میری جان اور مال کا خطرہ دور نہ ہو گا ایسے خیال کے آنے پر وہ غیبت کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کا مقصد اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر توحید تو اس طرح اس کے فائدہ سے نہیں ٹکراتی۔ پس غیبت سے بچنے پر وہ قادر نہیں ہو سکتا۔ اور توحید کا دعویٰ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ یہ صرف دنیوی لحاظ سے میں بیان کر رہا ہوں۔ ورنہ دینی لحاظ سے تو

مومن کا خدا تعالیٰ خود محافظ ہوتا ہے

اور اسے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ غرض دنیوی لحاظ سے انسان بعض دفعہ عاجل فائدہ کے لئے

بدیوں کا ارتکاب

کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا عقیدہ اسے ان امور میں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ لیکن اس کا عمل اسے فائدہ پہنچاتا ہے مثلاً وہ ایک ڈپٹی کمشنر کے پاس جائے اور کہے تھانیدار مجھ پر ظلم کرتا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ۔ تو اس امر کا ڈپٹی کمشنر پر کوئی بھی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن ڈپٹی کمشنر کو متاثر کرنے کے لئے اگر وہ یہ غیبت کرے۔ کہ ہمارے ہاں کا تھانیدار آپ کو بہت برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ تو اس پر ڈپٹی کمشنر ضرور تحقیق کرے گا۔ اور وہ واقعہ میں درست پا کر تھانیدار کو سزا دے گا۔ اور اس کا دشمن ہو جائے گا۔ اس طرح اس کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ تو بسا اوقات بد عمل کا ترک اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ انسان کا

عاجل فائدہ

اس سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات نیکیوں کو انسان اس لئے ترک کر دیتا ہے کہ انسان کا

عاجل نقصان

ان سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب مالی قربانی کا وقت آتا ہے۔ تو بعض انسان خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے چندہ دے دیا۔ تو ہم کپڑے کہاں سے بنوائینگے غرض

نیکیاں اور بدیاں

عاجل امور سے تعلق رکھتی ہیں اور عقائد کا آجل سے تعلق ہوتا ہے اور چونکہ انسان طبعی طور پر اپنے قریب کی چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ بعید کی چیزوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس لئے لوگ عملی اصلاح کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور عقائد پر پختہ رہتے ہیں۔ اور بھی اس کے بعض موجبات ہیں۔ لیکن چونکہ اب تین بج چکے ہیں۔ اس لئے میں انہیں اگلے جمعہ میں انشاء اللہ بیان کرونگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کر دوں تا اس کی اہمیت جماعت کے دوستوں پر واضح ہو جائے فی الحال میں نے تین باتیں بتائی ہیں اور یہ تین باتیں ایسی ہیں۔ جن کی وجہ سے عقیدے کی اصلاح سے عمل کی اصلاح بہت زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ اور یہ باتیں عمل کی اصلاح میں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان باتوں کو مد نظر رکھ کر ہمیں علاج سوچنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اپنے اعمال میں اصلاح کر سکیں۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ

دنیا کے عقائد میں عظیم الشان تغیر

ہوا ہے۔ اسی طرح عملی زندگی میں بھی ایک انقلاب پیدا ہو جائے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی نصیحت کی تھی۔ اور اب پھر کرتا ہوں کہ احباب کو اپنے اپنے طور پر بھی اس مضمون پر غور کرنا چاہیئے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جو لوگ اصلاح اعمال کے ذرائع پر غور کرینگے وہ پیشتر اس کے کہ میری باتیں سنیں خود اپنے اندر ایسی قوت محسوس کرینگے جس سے وہ نقائص کا بہت جلد ازالہ کر سکیں گے۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خود بھی اس مسئلہ پر غور کریں۔ اور اگر ان کے ذہن میں کوئی تجویز آئے تو اس سے مجھے اطلاع دیں تا میں بھی انکی تجاویز سے فائدہ اٹھا سکوں۔

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی رمضان ولد بخش ذات [illegible] سکنہ سروالہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرض خواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۵-۵-۳۶۔ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی محمد رایہ ولد جہانہ ذات ماہوں سکنہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۷-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسماۃ بنتاں بیوہ خان محمد ذات قاضی سکنہ کوٹ قاضی تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۸-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی شیساں ولد قادو ذات ماچھی سکنہ اٹھاں تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۸-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی خدا بخش ولد پیر بخش ذات چشتی سکنہ بھروالہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرض خواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۵-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی محمد ولد آگرا ولد برہانہ ذات ماہول سکنہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے تحریر مورخہ ۷-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی خان ولد صابو ذات مراسی سکنہ ویلے تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۸-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی الٰہی بخش ولد پیر بخش ذات جٹ ساداں سکنہ چنیوٹ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۴-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی کرم وغیرہ ولد شیخ احمد ذات پاول سکنہ لالیاں تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۷-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی ممدو شاہ ولد محمد شاہ ذات سید سکنہ سانگرہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۹-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۷-۴-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی سلطان سردارہ ولد احمد ذات چشتی سکنہ سروالہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۶-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۱۵-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ پنجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمی اللہ دتا ولد ولیا ذات بلوچ سکنہ چک ۱۸۳ تحصیل و ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گزاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۲۵-۷-۳۶ تاریخ پیشی بمقام صدر جھنگ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے۔ تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۷-۵-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

امتحان کے بعد بجلی کا کام سیکھئے

کیونکہ اس کام کے جاننے والوں کی ضرورت پنجاب۔ یو۔ پی وسرحد کے ہائیڈرو الیکٹرک ڈیپارٹمنٹ میں دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اور بہترین درسگاہ سکول فار الیکٹریشنز لدھیانہ ہے۔ جو گورنمنٹ رجسٹرڈ بھی ہے۔ اور ایڈڈ بھی۔ ہر قابلیت کے طلباء کے لئے سکول کھلا ہے۔ گورنمنٹ سے مالی امداد ملنے پر سکول کمیٹی نے فیس میں ایک تہائی رعایت کر دی ہے۔ جو ماہوار لی جاتی ہے۔ پراسپکٹس مفت۔

مینیجر

اختناق الرحم

اس کو ڈاکٹری میں ہسٹیریا کہتے ہیں

اور ہندوستان کے توہم پرست لوگ اس مرض کو آسیب یا جن بھوت کا سایہ کہتے ہیں۔ یہ مرض زیادہ تر جوان عورتوں کو ہوتا ہے۔ یہ مرض کئی اقسام کا ہوتا ہے۔ اس مرض کے لئے ہماری تیار کردہ دوا بفضل خدا تیر برنشانہ ہے۔ اگر مرض نیا ہو۔ تو تین ماہ تک استعمال کافی ہے۔ اور اگر پرانا ہو تو چھ ماہ تک استعمال کرنا چاہئیے۔ ۲۰ سے ۳۰ روز کے استعمال سے دورے انشاء اللہ رک جائیں گے اس کی مقدار خوراک صرف ایک رتی ہے۔ اور دوا بھی میٹھی ہے۔ منہ میں ڈالنے سے پتہ بھی نہیں لگتا کہ کوئی چیز منہ میں ڈالی گئی ہے یا نہیں۔ اس کی ایک خوراک صبح ایک شام کو کھانا کھانے کے بعد کھائی جاتی ہے۔ اس سے عام جسمانی کمزوری اور کمی خون بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس دوا سے صحتیاب لوگوں کے سارٹیفکیٹ تو بہت ہیں۔ لیکن سردست قادیان کے ایک احمدی بھائی کا سارٹیفکیٹ جو انہوں نے خوشی سے تحریر کر کے دیا ہے پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مندرجہ ذیل الفاظ میں خداوند کریم کو حاضر و ناظر جان کر تحریر کر کے حکیم مولوی نظام الدین صاحب مبلغ کی خدمت شریف میں بطور شکریہ پیش کرتا ہوں۔ میری لڑکی کو ایک مرض تو ہسٹیریا تھا۔ جس کو اطبا تو اختناق الرحم کہتے ہیں۔ یعنی ایک قسم کی غشی کا مرض تھا۔ دوسرا مرض انیمیا تھا۔ جس کو اطبا ضعف یا جگر ضعف کہتے ہیں۔ یعنی جسم میں خون کم تھا۔ حکیم صاحب کی دوا تریاق اعظم عمر کچھ مدت سے کھلا تا رہا ہوں۔ بفضل خدا لڑکی کو ہر دو مرض سے پوری صحت ہو گئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اب نہ ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں اور نہ ہی بخس ہے۔ میں حکیم صاحب کا مشکور و ممنون ہوں۔ خاکسار سید حسن شاہ احمدی ساکن قادیان۔ اس دوا کی قیمت فی تولہ دو روپے ہے خط و کتابت کے لئے ٹکٹ آنا چاہئیے۔

حکیم مولوی نظام الدین ممتاز الاطبا قادیان۔ ضلع گورداسپور (پنجاب)

اکسیر فتق

بانی اتنا یا ہو لحمی یا شحمی کسی قسم کا ہو۔ اس دوا کے لگانے سے بذریعہ لیپ اصلی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے بیٹھے حد اعتدال پر آ کر صحت ہو جاتی ہے اور آئندہ پھر یہ مرض نہیں ہوتا۔ آپ اپریشن کی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں۔ فوراً اس دوا کا استعمال کیجئے۔ اسی طرح آنت اترنے کو بھی روک دیتی ہے۔ قیمت تین روپیہ ۳ ہے۔

اکسیر ذیابیطس وہ لوگ جن کو دم بدم پیشاب آتا ہے۔ اور پیشاب میں شکر آتی ہے جس کی وجہ سے خواہ کیسی ہی عمدہ غذائیں کھائیں۔ سوائے کمزوری کے کوئی چارہ نہیں۔ انسان کو کمزور کرنے کے واسطے یہ مرض ایک قوی پہلوان ہے۔

ذیابیطس کتنا ہی پرانا ہو۔ اس دوا سے ہمیشہ کیلئے دور ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے جلد علاج کیجئے۔ اکسیر ذیابیطس سے ہزاروں مریض صحتیاب ہو چکے ہیں۔ قیمت تین روپیہ

نوٹ:۔ فہرست دواخانہ مفت منگوا لیجئے۔ کیا ایک عالم سے بھی جھوٹے اشتہار کی امید ہے۔

حکیم ثابت علی (عالم مثنوی مولانا روم) محمود نگر ۵ لکھنؤ

حفاظت جان اور مال

کیلئے یا سیر و شکار کی خاطر یا تقریبات شادی وغیرہ میں نمائش کی غرض سے آپ عمدہ اور ارزاں ہتھیار خریدنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نوٹ کر لیجئے۔ کہ ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ خدمت گذار کارخانہ پائنیر آرمس کمپنی کشمیری دروازہ نزد تھانہ پولیس دہلی ہے۔ جہاں نئی اور پرانی بندوقیں رائفلیں۔ تلواریں۔ ہوائی بندوقیں۔ کارتوس و تمام متعلقہ سامان۔ شکار۔ حفاظت۔ نمائش کیلئے ہمیں موجود رہتا ہے۔ اور بالکل واجبی قیمتوں پر نہ صرف ہندوستان کے ہر گوشہ میں بھیجا جاتا ہے بلکہ ملک برما تک یہ کارخانہ سپلائی کرتا ہے۔ جو اس کے مال کی عمدگی اور ارزانی اور خوش معاملگی کا زندہ ثبوت ہے۔ ہتھیاروں کا تبادلہ رنگ و روغن مرمت وغیرہ کا بھی مکمل انتظام ہے لائسنس کے حصول کے لئے پوری امداد دی جاتی ہے۔ قواعد و ضوابط اسلحہ سے آگاہی کرائی جاتی ہے یہ کارخانہ زیر نگرانی رفیق المسلمین خان بہادر حاجی وجیہہ الدین صاحب ممبر برٹش امپائر مجسٹریٹ فرسٹ کلاس اینڈ اکس ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نہایت کامیابی کے ساتھ تجارتی اصول پر جاری ہے۔ جس کو اعلیٰ سے اعلیٰ حکام و الیان ریاست و رؤساء عظام کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔ دوکان پر تشریف لائیے۔ یا بذریعہ خط و کتابت اپنی ضروریات سے مطلع فرمائیے۔

المشتہر:۔ مینیجر پائنیر آرمس کمپنی کشمیری دروازہ ۱۶۳ دہلی

ہسٹیریا کا مکمل علاج

رئیس الاطبا طبیب حاذق علامہ حکیم ڈاکٹر فیضی۔ ایل ایچ۔ ایم۔ ایس۔ میڈیکل سرجن نجیب آباد کی راحت جان گولیاں عورتوں اور مردوں کے مرض ہسٹیریا میں ہر عمر ہر مزاج اور ہر موسم میں یکساں طور پر فائدہ مند ہیں۔ دل و دماغ جگر معدہ اور امعا کو تقویت دیتی ہیں۔ اختلاج القلب کابوس اور مراق میں از بس مفید ہیں۔ قیمت فی شیشی للعہ ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر الیسٹ اینڈ ویسٹ میڈیسن کمپنی جوہر بلڈنگ کٹڑہ ناہر سنگھ کمنہ امرتسر**

عمل جراحی میں ایک حیرت انگیز ایجاد

دلروز رجسٹرڈ

ہمیشہ جراحی سے بچاتی ہے

دلروز لاہور سور مغلائی پھوڑا۔ ہر قسم کی داد چنبل۔ ٹوٹ اور خنازیر طاعون ناسور بھگندر رسولی اور ہر قسم کے غدود اور گلٹی کو تحلیل کرنے کی نیر بہدف اور بے نظیر دوائی ہے۔ ہر قسم کے زہریلے جانور کے ڈسے کا اور دیوانہ سگ کاٹے کا بے مثل علاج ہے۔ یہ دوائی جیسی انسان کیلئے مفید ہے ویسے ہی حیوان اور پرند کیلئے بھی مفید ثابت ہوئی ہے دوران استعمال میں نہ زخم کو باندھنے کی ضرورت ہے اور نہ نہانے کی ممانعت اور نہ کپڑے خراب ہوتے ہیں اس کا استعمال زخم کی سوزش درد اور خون کے اجراء کو فوراً بند کرتا ہے معمولی پھنسی پھوڑے پر اس کا ایک دو دفعہ لگا دینا کافی ہے اس دوائی کا ہر گھر میں رکھنا ضروری ہے۔ یہ دانت درد۔ سر درد۔ اور دیگر اعضا کی دردوں کے لئے بھی اکسیر ثابت ہوئی ہے۔

قیمت فی شیشی کلاں دو روپیہ۔ فی شیشی خورد ایک روپیہ محصولڈاک بذمہ خریدار

المشتہر

طاہر الدین اینڈ سنز انار کلی لاہور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

ٹین ٹسین۔ ۳۰ رمئی۔ شمالی چین میں جاپانی فوجوں کے اجتماع سے چین میں بہت اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ حکومت چین اس بات کی انتہائی کوشش کر رہی ہے کہ جاپان کے خلاف کسی قسم کے مظاہرے نہ کئے جائیں۔ ان کے باوجود ٹین ٹسین اور شنگ کو کے درمیان پل کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ تاکہ جو مزید جاپانی فوجیں شمالی چین میں آ رہی ہیں۔ ان کا سلسلہ رک جائے۔ جاپانی حکام نہایت سختی سے اس واقعہ کی تحقیقات کر رہے ہیں۔

بیت المقدس۔ ۳۰ رمئی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ اشک آور گیس کا ذخیرہ تیار رکھا گیا ہے۔ اور اگر ضرورت پیش آئی تو اسے استعمال کیا جائیگا۔ اس اعلان میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ سر آرتھر واچوپ ہائی کمشنر کی خواہش ہے۔ کہ قیام امن کے لئے ایسے ذرائع کے استعمال سے احتراز کیا جائے۔ جن سے نقصان جان یا سخت ایذا پہنچنے کا احتمال ہو۔

راولپنڈی۔ ۳۰ رمئی۔ معلوم ہوا ہے کہ کمشنر راولپنڈی نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ عید میلاد النبی کے جلوس میں تلوار۔ کلہاڑی اور لاٹھی وغیرہ لیکر شامل نہ ہوں۔ جلوس کمیٹی نے مسلمانوں سے بطور احتجاج درخواست کی ہے کہ وہ کوئی جلوس نہ نکالیں۔

بیت المقدس۔ ۳۰ رمئی۔ اس وقت تک ۹۴ عرب رہنماؤں اور ہڑتالیوں کے لیڈروں کو یا تو شہر بدر کر کے دوسرے شہروں میں بھیج دیا گیا ہے۔ یا انہیں پولیس کی حراست میں رکھا گیا ہے۔

شملہ۔ ۳۰ مئی۔ کونسل اوف سٹیٹ کی میعاد میں ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء تک توسیع کر دی گئی ہے۔

لنڈن۔ ۳۰ رمئی۔ انگلستان کے مشہور اخبار "مانچسٹر گارڈین" نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے نئے وائسرائے لارڈ لنلتھگو زراعت میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں اخبار کا بیان ہے۔ کہ گاندھی جی اور لارڈ لنلتھگو اس موضوع پر ایک دوسرے کے ہم خیال ہیں۔ اس لئے کیا وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان اتحاد عمل پیدا نہ کیا جائے

ڈبلن۔ ۳۰ رمئی۔ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ میں مسٹر ڈی ولیرا نے ایک تحریک پیش کی کہ سینیٹ کو توڑ دیا جائے۔ ۷۴ آراء کی موافقت اور ۵۲ کی مخالفت سے تجویز منظور ہو گئی۔

کراچی۔ ۳۰ رمئی۔ معلوم ہوا ہے کہ موری پور کے کارخانہ نمک میں حکام کارخانہ ایک مسجد کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سندھ مشاورتی کونسل کے ایک مسلمان رکن نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ اس مذہبی عمارت کو گرا کر عوام کے جذبات کو مجروح نہ کیا جائے۔

بیت المقدس۔ ۳۰ رمئی۔ دو دن کے امن کے بعد پھر پولیس اور فوج کے سپاہیوں کو فوکاری خود پہنچنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور حالات پھر نازک ہو رہے ہیں۔ گذشتہ شب حیفا کے ڈسٹرکٹ کمشنر کے دفتر میں بم پھینکا گیا۔ جس سے دفتر کا فرنیچر ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اور کھڑکیاں شکستہ ہو گئیں۔ اس سلسلہ میں بہت سی گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔

بمبئی۔ ۳۰ مئی۔ کل جامع مسجد دہلی میں گاندھی جی کے بڑے فرزند ہیرالال گاندھی نے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع میں اعلان کیا کہ وہ اسلام کو دنیا کا بہترین مذہب تصور کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد کہا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ان کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔

لنڈن۔ ۳۰ رمئی۔ ہندوستانی کرکٹ ٹیم کو کل ایک اور شکست نصیب ہوئی۔ یہ مقابلہ ایسکس کے ساتھ تھا۔ ہندوستانی سات وکٹوں پر ہار گئے۔

لنڈن۔ ۳۰ رمئی۔ ایک دعوت میں لارڈ زٹلینڈ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ آئندہ سال سے برما کے لئے بھی ایک وزیر ہوا کرے گا جسے وزیر برما کہا جائیگا

جبل الطارق۔ ۳۰ رمئی۔ کل شہنشاہ حبشہ برطانوی کروزر "کیپ ٹاؤن" میں جبل الطارق پہنچے۔

بیت المقدس۔ ۳۰ رمئی۔ انگریزی پولیس کی ایک جماعت جنوبی یافا میں گشت لگا رہی تھی۔ کہ جھاڑیوں میں سے ان پر فائر کئے گئے۔ چند گورہ فوجی ایک چوکی پر پہرہ دے رہے تھے۔ کہ ان پر پتھراؤ کیا گیا۔ فوجیوں نے گولی چلا دی۔ جس سے دو حملہ آور زخمی ہوئے۔ یافا میں کمین گاہوں سے گولیاں اور بم چلانے کے واقعات کثرت سے رونما ہو رہے ہیں۔ پولیس نے امن قائم کرنے کے لئے لوئس گن سے فائر کئے۔

بیت المقدس۔ ۳۰ رمئی۔ غلط خبریں شائع کرنے کے الزام میں حکومت نے چند یہودی اور عرب اخبارات کی اشاعت روک دی ہے۔

پیکنگ۔ ۳۰ رمئی۔ منگل کے روز پیکنگ میں ایک جاپانی افسر کی نعش پائی گئی۔ جاپانی حکام نے برطانوی سفیر سے پرزور مطالبہ کیا ہے۔ کہ اس حادثہ کی سختی سے تحقیقات کی جائے۔ جاپانیوں کا بیان ہے کہ افسر مذکور کو کسی انگریز فوجی نے قتل کیا ہے

جنیوا۔ ۳۰ رمئی۔ ارجنٹائن نے نوٹس دیا ہے کہ اطالیہ کے خلاف تعزیرات اور حبشہ پر اطالوی قبضہ سے پیدا شدہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے جون میں مجلس اقوام کا اجلاس طلب کیا جائے معلوم ہوا ہے۔ کہ ارجنٹائن نے جنوبی امریکہ کی دیگر سلطنتوں سے بھی استصواب رائے کیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ تمام ممالک اس خیال میں ارجنٹائن کی تصدیق کریں گے۔ کہ حبشہ پر اطالوی قبضہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔

لنڈن۔ ۳۰ رمئی۔ فرانس کے ۴۰ کارخانوں کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ عنقریب سمجھوتہ ہو جائے گا۔

گوجرانوالہ۔ ۳۰ رمئی۔ آج ۱۰½ بجے پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانگرس گوجرانوالہ پہنچے۔ سٹیشن پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ شام کو تیس ہزار کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ فرقہ وار فیصلہ ایسے معاملات کے پیچھے پڑ جانے کی صورت میں ہمارے بہادر سپاہی سرکار پرستوں کے ساتھ مل جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ایسے معمولی معاملات کو اہم سوال بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ سب سے مقدم مسئلہ ملک کی آزادی ہے۔ مزید کہا۔ کہ ہندو سبھا نے فرقہ وار فیصلے کے متعلق جو رویہ اختیار کیا ہے اس نے اسے مستقل شکل دے دی ہے اگر کانگرس بھی اسی طریق پر عمل کرتی۔ تو ملک کی آزادی کا سوال نظروں سے اوجھل ہو جاتا اور ہم فرقہ وارانہ جھگڑوں میں الجھ جاتے۔

روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۲ جون ۱۹۳۶ء
نمبر ۲۷۹ جلد ۲۳
۱۶
نارتھ ویسٹرن ریلوے
Digitized by Khilafat Library Rabwah
ترقی کرنیوالی تجارتی فرمیں اس وقت نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ریلوے سٹیشنوں پر اشتہارات کے لئے جگہ کے ٹھیکے لے رہی ہیں۔ رجسٹرڈ ادویات پیٹنٹ اغذیہ گھروں میں روزانہ استعمال کی اشیاء وغیرہ وغیرہ کو نمایاں طور پر عام لوگوں کے نوٹس میں لانیکا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ لمبے عرصہ کے لئے ٹھیکہ جات رعایتی اجرتوں پر کئے جاتے ہیں۔ تفصیلات معلوم کرنیکے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں
چیف کمرشل منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قابلِ فخر بزرگ پُرزور سفارش کرتے ہیں
طب جدید مشرقی کی معجز نما ادویات استعمال و کتب کا مطالعہ کرو!
ارشاد مبارک حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب
قادیان
حکیم سراج الاطباء مختار احمد صاحب مختار نے مرد و عورت کے باہمی تعلقات کی خوشگوار رہنمائی کے واسطے عام فہم اردو زبان میں قریب اڑھائی سو صفحہ کی ایک کتاب بنام "ذوقِ شباب" شائع کر کے ملک کے طبی لٹریچر میں ایک کارآمد اضافہ کیا ہے۔ اس زمانہ کئی ایک کتابیں کوک شاستر یا دوسرے ناموں سے شائع ہو چکی ہیں مگر یہ کتاب اپنے مصنف کے نام کی طرح سب سے ممتاز ہے۔ طب یونانی وید ک طب انگریزی ہر لحاظ سے اس کتاب کو مکمل بنایا گیا ہے۔ (دستخط) محمد صادق عفی عنہ
ارشاد مبارک مولانا عبدالوہاب صاحب عمر
خلف ارشید حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ
میں نے کتاب ذوق شباب کو لفظ بلفظ پڑھا۔ اسکا اندازِ بیان اسقدر دلربا اور آسان ہے کہ عوام خصوصاً نوجوان اس سے بیحد فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ میں نوجوانوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کتاب کو ضرور پڑھ کر سبق حاصل کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ نوجوانوں کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگا مرد و عورت کے تعلقات کو نہایت عمدہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ نوجوان اس کتاب سے ضرور استفادہ کریں۔ دستخط عبدالوہاب عمر
ہر
خواہشمند جوانی کے قابلِ مطالعہ
کتاب
"ذوقِ شباب"
ضائع کردہ جوانی کو واپس لانیکے لئے مطالعہ کرو
قیمت مجلد عہ
بے جلد عہ
اگر آپ کے
ایک ہاتھ میں دوا ذوق شباب اور دوسرے ہاتھ میں کتاب ذوق شباب ہو تو یقیناً
مرجھائے ہوئے بے رونق چہرے۔ سرخ و سفید خوبصورت دلکش بن جائیں گے
سینکڑوں کمزور اور مریل انسان
دوا ذوقِ شباب کے استعمال سے دنوں میں موٹے تازے تندرست۔ قوی۔ سرخ و سفید۔ قابلِ رشک جوان بن چکے ہیں۔
دوا ذوق شباب
معدہ و جگر کو اس قدر طاقت پہونچاتی ہے۔ کہ سیروں دودھ گھی چھٹانک مکھن روزانہ ہضم ہو جاتا ہے۔ بدن میں خون اس قدر پیدا کرتی ہے۔ کہ ایک ماہ میں پندرہ سے بیس پونڈ تک وزن بڑھ جاتا ہے۔ تمام مردانہ پوشیدہ امراض کو خاص طور پر بند کرتی ہے۔ اور مادہ تولید صحیح اور بکثرت پیدا کر کے قابل اولاد بناتی ہے۔ کئی گھر اولاد جیسی نعمت سے مالا مال ہو چکے ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ برائے پندرہ یوم عہ برائے ایک ماہ صہ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوتا ہے
ملنے کا پتہ کتب خانہ و دواخانہ طب جدید اندرون دہلی دروازہ لاہور
عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔